مجموعۂ مضامین و تقاریر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام اور علم

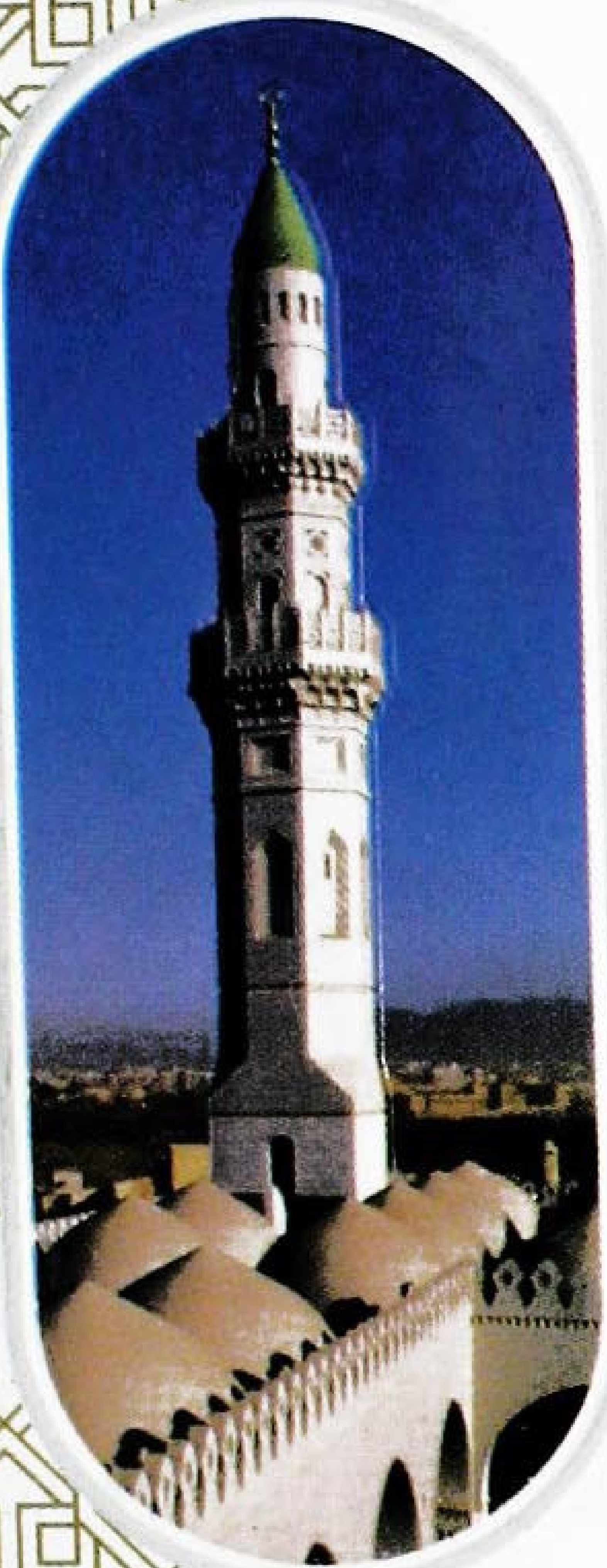

ترتیب و تدوین

مولانا عبد الہادی اعظمی ندوی

دارالاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

297.64
ا 135 ع
141571

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

اسلام اور علم

مجموعہ مضامین و تقاریر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین

مولانا عبدالہادی اعظمی ندوی مدظلہ

دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 021-32213768

Marfat.com

پاکستان میں جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
انڈیا میں جملہ حقوق ملکیت بحق سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی محفوظ ہیں

297.64
2135
121571
1

طباعت : اکتوبر ۲۰۱۴ء گجرات پریس
ضخامت : 144 صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

…………ملنے کے پتے…………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ ۷

عرض مرتب ۹

اسلام میں علم کا مقام اور علم کی ترویج وترقی میں اسلام کا حصہ
(۱۱-۲۲)

نبوت محمدی کا اعجاز اور انقلابی کارنامہ ۱۱

ایک غیر متوقع آغاز ۱۲

انفس وآفاق اور اقوام وملل کے ماضی پر غور وفکر کی دعوت اور اس کے فائدے ۱۳

علمی منتشر اکائیوں میں وحدت وربط ۱۶

مغرب کی بیداری اور علم وتہذیب کے نئے دور کے آغاز میں اسلام کا حصہ ۱۸

قدیم دنیا میں مسلمانوں کا علمی تفوق اور مفید اور تجرباتی علوم میں ان کی قیادت ۱۹

مسلمان موجدین فن اور ماہرین علوم ۱۹

علم کی تاریخ کا سب سے بڑا مغالطہ اور تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا المیہ ۲۱

علم واسم الٰہی کے رابطہ کی ضرورت وافادیت
(۲۳-۲۹)

سوچنے کی بات ۲۳

انقلاب انگیز دعوت اور پیغام ۲۵

علم کی علم بردار اُمت ۲۶

یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اندلس کا حصہ ۲۸

علم اور اسم الٰہی کا باہمی ربط
(۳۰-۳۹)

اس امت کا آغاز علم سے ہوا ۳۱

علم اور اسم میں جدائی کا نتیجہ ۳۲

اعجاز قرآنی ۳۴

اسم الٰہی کا سایہ ۳۴

علم اللہ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے ۳۵

پورے نظام تعلیم میں کرم کا عنصر شامل ہونا چاہیے ۳۷

جو علم خدا کے نام کے بغیر ہو وہ انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گا
(۴۰-۴۴)

رب کے نام کے ساتھ تعلیم وتعلم ۴۰

علم تخریب کا ذریعہ کیوں بنا؟ ۴۰

امت کا رشتہ قلم کے ساتھ مربوط ہے ۴۳

بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں ۴۳

ہمارا اور آپ کا بنیادی کام ۴۴

علم کا رشتہ رب کے نام سے جوڑنا ضروری ہے
(۴۵-۴۸)

امت کی قسمت علم سے وابستہ ہے ۴۵

Marfat.com

علم اور اسم ۴۷
بغیر اسم کے علم ظلمت ہے ۴۸

انسانیت کے زوال کا سبب علم سے اللہ کے نام کا جدا ہونا (۴۹-۵۵)

دنیا خطرہ سے دوچار کیوں؟ ۴۹
انسانیت کا زوال ۵۰
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ ۵۱
انسانی کمپیوٹر ۵۲
درس عبرت ۵۲
ماشاء اللہ کی کمی ۵۳
اسم الٰہی کا سایہ ۵۴

ذات الٰہی سے غیر مربوط علم کا نتیجہ (۵۶-۵۸)

مسلمان کبھی علم سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ۵۶
روم و یونان کا نقص ۵۶
اسرار کائنات منکشف ہونے کے اسباب ۵۷

اس امت کا دامن علم سے باندھ دیا گیا ہے (۵۹-۶۲)

صرف علم کافی نہیں ۶۳
وہ علم جس کا رشتہ خدا کے نام سے کٹ جائے وہ فساد کا سبب بنے گا ۶۲

علم اسلام سے اور جہالت جاہلیت سے جڑی ہے (۶۳-۶۸)

اسلام اور جاہلیت ۶۳
اسلام کے معنی ۶۳
جاہلیت کا مطلب ۶۴
اسلام کے تقاضے ۶۴
علماء کون ہیں؟ ۶۵
علم کیسے حاصل ہو؟ ۶۶
دینی مدارس کی اہمیت وافادیت ۶۶
علم ہمارے لیے ضروری کیوں؟ ۶۷
شرک اور کفر سے نفرت ۶۷
نسل نو کی تعلیم وتربیت کی فکر کیجیے! ۶۸

دین وعلم کا دائمی رشتہ اور امت کی ذمہ داری (۶۹-۷۶)

اسلام اور علم کا رابطہ ۶۹
پہلی وحی میں علم وقلم کا تذکرہ ۷۰
تعلیم وتعلم کی ضرورت اور اس کا انتظام ۷۱
حفاظت قرآن کا مفہوم ۷۲
فضلائے مدارس کا فرض ۷۲
عوام کی ذمہ داری ۷۴
اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے دینی تعلیم کا انتظام ۷۴

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم کی بہار (۷۷-۸۳)

تاریخ عالم کا ایک معمہ اور پہیلی ۷۷
ایک تاریخی تضاد ۷۹
نبی اُمّی کی امت کا علم سے اشتغال ۷۹
مولانا محمود حسن ٹونکی کا کارنامہ ۸۰

Marfat.com

امت محمدی کی علمی فتوحات ۸۰
دنیا کے قدیم مذاہب کا حال ۸۱
اسلام کا معاملہ ۸۱
اسلامی کتب خانے ۸۲
ملت اسلامیہ کا امتیاز ۸۳
کتب خانوں کا کردار ۸۳

مسلمانوں کی عمومی تعلیم وتربیت
(۸۴-۹۶)

امیوں کی تعلیم وتربیت ۸۴
علم سے پہلے ایمان ۸۵
متحرک اور عملی درسگاہ ۸۶
نقوش کے بجائے نفوس ۸۶
علم دین کے لیے سفر وہجرت ۸۸
دینی تعلیم اور دعوت کے لیے جدوجہد ۹۱
اپنے مشاغل کے ساتھ دین کی تعلیم اور خدمت . ۹۳
طریق کار ۹۵

انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی وتعمیری کردار
(۹۷-۱۴۲)

معذرت اور وضاحت ۹۷
دنیائے قدیم کے عقائد، عقلیات اور اخلاقیات کے جائزہ کی ضرورت ۹۸
یونان قدیم اور دنیائے علم وعقل میں اس کا ساحرانہ وقائدانہ کردار ۹۸
فلسفہ وعلوم ریاضیہ میں قدیم ہندوستان کا مقام . ۱۰۰
ایران اپنی وسعت سلطنت اور تمدن کے نقطۂ عروج پر ۱۰۱
دنیا کی قیادت کرنے والی تینوں اقوام کی زندگی کے عجیب تضادات ۱۰۳
یونانی اساطیر وخرافیات ۱۰۳
اکابر علمائے اسلام کی اس حقیقت سے واقفیت ۱۰۵
یونان کے عقلی ومذہبی بحران کا سبب ۱۰۶
ہندوستان میں دیوی دیوتاؤں کی کثرت . ۱۰۷
ایران کی مذہبی انتہا پسندی ۱۰۸
علم وحکمت کے مراکز میں اخلاقی پستی اور معاشرتی انارکی ۱۰۹
یونان کا اخلاقی انحطاط ۱۱۰
ہندوستان کی اخلاقی حالت ۱۱۱
ایران کا اخلاقی زوال ۱۱۲
علم وفکر کی قائد اقوام کی حیرانی وسرگردانی اور منفی ومتضاد فلسفے ۱۱۲
عملی و واقعاتی زندگی سے دور بکھری ہوئی علمی اکائیاں ۱۱۴
نبوی تعلیمات سے دوری ان قوموں اور ملکوں کی حرمان نصیبی کا بنیادی سبب تھا ۱۱۴
عقائد واعمال اور اخلاق وتمدن کی اساس . ۱۱۷
نبوی تعلیمات میں تہذیب اخلاق اور تزکیہ وتربیت کی اہمیت ۱۱۸

Marfat.com

آغوش نبوت کی تربیت یافتہ مثالی جماعت کی
ایک جھلک ۱۱۹
واقعہ جو خیال وتصویر سے زیادہ دلکش ہے .. ۱۲۰
وحدت اور توحید کا واحد راستہ ۱۲۲
کائناتی مظاہر میں رشتۂ وحدت کی دریافت .. ۱۲۳
حیات وکائنات کے فہم پر عقیدۂ توحید کا اثر .. ۱۲۴
انفس وآفاق اور اقوام وملل کے ماضی پر غور وفکر
کی دعوت اور اس کے فائدے ۱۲۵
عالمی ومنفرد علمی تحریک جو اسلامی تعلیمات سے
پیدا ہوئی ۱۲۸
یورپ کے علمی خط ارتقاء میں سب سے بڑا
انحراف ۱۲۹
آدمؑ کو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسماء کی تعلیم
اور اس کی معنی خیزی ۱۳۰
سب سے بڑی غفلت وجہالت جو تاریخ عالم
میں ظاہر ہوئی ۱۳۱
اسلامی علمی تحریک کی پانچ خصوصیات ۱۳۲
۱-عالمیت وانسانیت ۱۳۲
۲-عوامیت وعمومیت ۱۳۳
۳-حرکیت ۱۳۶
۴-عزیمت وجواں مردی ۱۳۷
۵-علم نافع پر خصوصی توجہ اور زور ۱۳۸
جب علوم وفنون کام نہیں آتے، اور نجات دینے
والا معمولی علم انسان کے کام آتا ہے ۱۴۰
ایک اہم مکتوب
(۱۴۲-۱۴۴)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

علم کی جو سرپرستی اسلام نے کی ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا عشر عشیر نہیں پیش کرسکتا، اسلام کا زندہ جاوید معجزہ قرآن مجید ہے، اوراس کی سب سے پہلی آیت میں پڑھنے کا حکم دیا گیاہے، دنیا کی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں علم کے کیسے کیسے مراکز قائم کیے اور دنیا کو علم سے بھر دیا، اس دور کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ لوگوں نے علم کی روشنی میں ترقی کے منازل طے کیے، انسانوں کے اندر صحیح انسانیت پیدا ہوئی اور علم واخلاق کا جو گہرا رشتہ تھا اس میں اور استحکام پیدا ہوا، اس کے آفاق میں اور وسعت پیدا ہوئی اور مسلمانوں نے اس میں ایسی ایسی باریکیاں پیدا کیں جن سے نئے نئے گوشے سامنے آئے۔

پھر اسی علم کو جب یورپ نے سائنس اور ٹکنالوجی کے نام سے آگے بڑھانے کی کوشش کی اوراس میں اس کو بڑی کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں تو اس نے علم کے لیے حدود و قیود متعین کردیے، اور اسلام نے اس کو جو آفاقیت عطا کی تھی اس کے بالکل برخلاف اس کو خاص رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعتدال قائم نہیں رہ سکا، علم سے جو حقیقی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا اس سے دنیا محروم ہوگئی، اور علم کا اخلاق سے جو رشتہ تھا وہ کاٹ دیا گیا، اس کے نتیجہ میں دنیا تباہی کے کنارہ پہنچ گئی، ایک طرف ٹکنالوجی کے سہارے بڑے بڑے ہتھیار تیار کرلیے گئے، ایٹم بم ایجاد ہوگئے، اخلاق وانسانیت کے فقدان کی وجہ سے دنیا تباہی کے کنارہ کھڑی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم ایسے ہاتھوں میں گیا جن کے پاس اس سلسلہ کی آسمانی تعلیمات نہیں ہیں، سب سے زیادہ جو مذہب علم بیزار رہا ہے، وہ عیسائیت ہے، یورپ پر ایک دور ایسا گزرا ہے کہ علم حاصل کرنا ان کے مذہب میں جرم تھا، اور علم حاصل کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں جس کی ایک تاریخ ہے۔

Marfat.com

جب یورپ نے علم حاصل کیا تو اس کو اپنے مذہبی اصولوں سے دستبردار ہونا پڑا، علم کے میدان میں تو وہ آگے بڑھتا گیا لیکن اخلاقی اعتبار سے دیوالیہ ہوتا چلا گیا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے یہ بات اپنی تقریروں میں کئی جگہ فرمائی ہے کہ دنیا کے لیے وہ دن منحوس ترین تھا جب علم کی قیادت عیسائی یورپ کے ہاتھ میں آئی۔

حضرت مولاناؒ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں علم وفکر کے آفاق روشن کیے ہیں، انہوں نے بتایا ہے کہ علم کا اسلام سے کیسا بنیادی اور گہرا رشتہ ہے، اور اسلام نے کس طرح علم کی سرپرستی کی ہے اور اس کے لیے کیسے کیسے راستے ہموار کیے ہیں، اور یورپ نے انسانی دنیا کو کیا نقصان پہنچایا ہے، اس کے اسباب کیا ہیں اور پھر اس کا حل کیا ہے؟! ان موضوعات پر مولاناؒ کی مختلف تصانیف مستقل بھی ہیں اور ان کے علاوہ مولاناؒ کے قدیم مطبوعہ رسائل یا مجلّات میں بھی ان موضوعات پر خاصا مواد موجود ہے، مرکز الإمام أبي الحسن الندوي کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کو جمع کرانے کا کام انجام دے، مقام سعادت ومسرت ہے کہ مرکز کے رفیق عزیز القدر مولوی عبدالہادی ندوی سلمہ نے اس کا بیڑا اٹھایا، اور اس موضوع پر ''اسلام اور علم'' کے نام سے یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ عزیز القدر مولوی محمد نفیس خان ندوی اور عزیز القدر مولوی سید محمد بھی شکریہ ودعا کے مستحق ہیں کہ انہوں نے طباعت کے مراحل سر کیے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے اور فکر وعمل کے دریچے اس سے کھلتے چلے جائیں۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی
دار عرفات، مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على النبي الكريم، وبعد!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ مضامین وتقاریر کا جو سلسلہ کتاب ''رمضان المبارک اور اس کے تقاضے'' سے شروع ہوا تھا، پیش نظر کتاب ''اسلام اور علم'' اس کی دوسری کڑی ہے۔

اس کتاب میں تین مضمون، ایک مکتوب اور دس تقریریں ہیں، ان میں حضرت مولاناؒ نے بتایا ہے کہ علم کا اسلام کے ساتھ کیسا قدیم اور گہرا رشتہ ہے، اسلام نے کس طرح علم کی سرپرستی کی، اور اس کے لیے کیسے کیسے راستے ہموار کیے ہیں، نیز یہ بتایا ہے کہ امت مسلمہ کی قسمت علم سے وابستہ ہے، بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا، اور علم کا رشتہ خدا کے نام کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے، اور جو علم بھی خدا کے نام کے بغیر ہوگا، وہ انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گا، اور جب جب بھی علم تعمیر کے بجائے تخریب کا ذریعہ بنا اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ علم کا رشتہ اللہ کے نام کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔

حضرت مولاناؒ کا ایک اہم مضمون ''انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی وتعمیری کردار'' بھی شامل کتاب ہے، جس میں مولانا نے یونانی، ایرانی اور ہندوستانی فلسفہ وتمدن کے کردار کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے، اور اس میدان میں اسلام کے تعمیری وانقلابی کردار کا تفصیلی جائزہ پیش فرمایا ہے، اس کے اخیر میں اسلام کی عالمگیر علمی تحریک کی خصوصیات (عالمیت وانسانیت، عوامیت وعمومیت، حرکیت، عزیمت وجواں مردی، علم نافع پر توجہ اور زور) بیان فرمائی ہیں۔

راقم السطور نے ان مضامین وتقاریر کو مفید بنانے کے لیے طباعتی اغلاط کی تصحیح کی ہے،

Marfat.com

اسی طرح ذیلی عناوین قائم کیے ہیں، آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے حوالوں کا بھی اہتمام کیا ہے، نیز تقاریر میں جہاں مفہوم کے سمجھنے میں دشواری تھی یا ربط نہیں تھا، وہاں مفہوم کو آسان کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق اگست ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا تھا، اب یہ دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کی طباعتی اغلاط کی تصحیح اور مزید تین تقریروں کے اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، ایک مضمون حذف کر دیا گیا ہے، نیز حضرت مولاناؒ کے حواشی کے آگے بین القوسین ''ح'' کا اضافہ کر دیا گیا ہے، اسی طرح بعض دیگر جزوی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرتب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کے نفع کو عام فرمائے، آمین یارب العالمین۔

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ　　　　عبدالہادی اعظمی ندوی

Marfat.com

اسلام میں علم کا مقام اور علم کی ترویج و ترقی میں اسلام کا حصہ [1]

نبوت محمدی کا اعجاز اور انقلابی کارنامہ

حضرات! اگر کوئی واحد ہستی ایسی ہے جس کے متعلق وثوق سے کہا جاسکے کہ اس نے حقیقتاً تاریخ کا رخ موڑ دیا ہے، جس نے انسان کو جہالت کے بجائے علم، فرسودہ روایات کے بجائے تعقل، اور آباء واجداد کے نقش قدم کی کورانہ پیروی کے بجائے عقل وبصیرت اور تفکر و تدبر سے کام لینے کا عادی بنایا ہے، تو وہ ذات گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ تاریخ کے اس دوراہے پر نظر آتے ہیں جہاں سے عقل واستدلال اور توہم پرستی کے راستے جدا ہوتے ہیں، آپ کی تعلیمات نے انسان کو عقل کی روشنی عطا کی، اور اس کی مبصرانہ صلاحیتوں کو جلا بخشی۔

اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی میں خالق کائنات نے نوع بشری کو علم عطا کرنے کے احسان کا ذکر کیا ہے، اور اس قلم کو اس کا وسیلہ قرار دیا، جس سے علم کا تاریخی سفر وابستہ ہے، اور جس سے تصنیف و تعلیم کی عالمگیر تحریک جاری ہوئی، اور علم ایک فرد سے دوسرے فرد، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ اور ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا، دنیا میں علم کی اشاعت اور انسانی ضرورت کے مطابق اس کی عمومیت کا فخر اسی کو حاصل ہے، اور اس کی گردش وجنبش سے مدارس و جامعات اور علمی اداروں اور کتب خانوں کی دنیا آباد ہے۔

جہاں تک بشری قیاسات وقرائن کا تعلق ہے، اس بات کا کوئی تاریخی وعقلی قرینہ نہ تھا

(۱) اگست ۱۹۸۷ء میں اسلامک سینٹر، آکسفورڈ میں پڑھا گیا مضمون۔

Marfat.com

کہ پہلی وحی کے ذیل میں "قلم" کا ذکر بھی آسکتا ہے، کیونکہ یہ وحی ایک امّی انسان پر، ایک ان پڑھ قوم کے درمیان اور ایک پسماندہ علاقہ میں نازل ہو رہی تھی، جہاں وہ پارۂ چوب جس کا نام "قلم" ہے، سب سے زیادہ نادر و نایاب شے کی حیثیت رکھتا تھا، اسی لیے عربوں کا لقب ہی (امیین) پڑ گیا تھا:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [سورة الجمعة:٢]

"وہی تو ہے جس نے اُمی لوگوں میں انھیں میں سے ایک پیمبر بھیجا، جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور اُنھیں پاک کرتا ہے، اور اُنھیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے، دراں حالیکہ یہ لوگ پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"

ایک غیر متوقع آغاز

غارِ حرا میں نبی امی پر یہ پہلی وحی اترتی ہے (جبکہ تقریباً چھ سو سال (۱) کے طویل وقفہ کے بعد زمین کا آسمان سے بلکہ صحیح تر الفاظ میں آسمان کا زمین سے وحی و نبوت کے ذریعہ رابطہ قائم ہوا تھا) تو اس میں عبادت کا حکم اور اللہ کی معرفت اور اطاعت وغیرہ کوئی ایجابی، یا بتوں کے ترک کرنے یا جاہلیت اور اس کے عادات و اطوار پر نکیر جیسی کوئی سلبی بات نہیں کہی گئی، اگرچہ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر اہم تھیں اور اپنے اپنے موقع پر ان کی وضاحت و تبلیغ کی گئی، بلکہ کلمۂ (اقرأ) سے اس وحی کا آغاز ہوا:

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ٥ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [سورة العلق:١-٥]

"آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا کیا ہے، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے، آپ

(۱) سیدنا عیسیٰ (علیہ وعلیٰ نبینا الصلاۃ والسلام) کی نبوت پر ۵۷۵ سال گزرے تھے۔ (ح)

Marfat.com

(قرآن) پڑھا کیجیے، اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے، (جس نے) انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دے دی جنھیں وہ نہیں جانتے تھے۔"

اس طرح یہ تاریخی واقعہ ظہور پذیر ہوا جس نے مؤرخین ومفکرین کے غور وفکر کے لیے نئے اور وسیع آفاق مہیا کیے، اور یہ اس حقیقت کا بلیغ اور واضح اشارہ تھا کہ اس نبی اُمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ انسانیت اور مذاہب کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوگا جو وسیع وعمیق معنوں میں قرأت (خواندگی) اور پڑھنے لکھنے کا وسیع وترقی یافتہ دور اور علم کی حکمرانی کا عہد زریں ہوگا، اور علم ودین دونوں مل کر نئی انسانیت کی تکمیل وتشکیل کریں گے۔

انفس وآفاق اور اقوام وملل کے ماضی پر غور وفکر کی دعوت اور اس کے فائدے

قرآن علم کے مختلف ذرائع کے تذکرہ کے ساتھ ان اشیاء کی جانب توجہ دلاتا ہے جن کا مطالعہ حصول علم کے لیے کیا جانا چاہیے، اس سلسلہ میں اس نے انفس وآفاق اور گذشتہ اقوام کے احوال (جنھیں قرآن نے "ایام اللہ" اور "سنت اللہ" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے، اور آج جسے تاریخ کہا جاتا ہے) کی جانب توجہ دلائی ہے تاکہ انسان ان پر غور وخوض کرکے مفید نتائج برآمد کر سکے، اور بڑے قیمتی اور دوررس، پُر از امکان اور انسانی مستقبل پر گہرائی سے اثر انداز ہونے والے نتائج تک پہنچ سکے۔

علامہ اقبال عقل انسانی اور علم کے وسائل ومصادر کی اسلام کے ذریعہ وسعت ونتیجہ خیزی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مشہور خطبات (۱) میں لکھتے ہیں:

لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علم انسانی کا، قرآن پاک کے نزدیک اس کے دو سرچشمے اور ہیں، ایک عالم فطرت، دوسرا عالم تاریخ، جن سے استفادہ کرنے میں عالم اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا ہے،

---

(۱) Reconstruction of Religious Thought in Islam (ح)

Marfat.com

قرآن پاک کے نزدیک یہ شمس وقمر، یہ سالوں کا امتداد، یہ اختلاف لیل ونہار، یہ رنگ وزبان کا فرق، اور یہ قوموں کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کے آمد وشد، حاصل کلام یہ کہ یہ سارا عالم فطرت جیسا کہ بذریعہ حواس ہمیں اس کا ادراک ہوتا ہے، حقیقت مطلقہ کی آیات ہیں، اور اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان میں غور وتفکر سے کام لے، یہ نہیں کہ بہروں اور اندھوں کی طرح ان سے اعراض کرے، کیونکہ جو کوئی اس زندگی میں اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے، وہ آگے چل کر بھی اندھا ہی رہے گا، یہی وجہ ہے کہ محسوس اور ٹھوس حقائق پر بار بار توجہ کی اس دعوت کے ساتھ ساتھ جس کی قرآن مجید نے تعلیم دی، جب مسلمان رفتہ رفتہ اس حقیقت کو پا گئے کہ کائنات میں روانی اور حرکت ہے، وہ لامتناہی ہے، اور اضافہ پذیر، تو انجام کار یونانی فلسفہ کی مخالفت پر۔ جس کا اپنی حیات ذہنی کی ابتدا میں انھوں نے بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ کیا تھا۔ اُتر آئے، شروع شروع میں تو انھیں اس امر کا احساس نہیں ہوا کہ قرآن مجید کی روح فلسفۂ یونان کے منافی ہے، اور اس لیے حکمت یونان پر اعتقاد کرتے ہوئے انھوں نے قرآن پاک کا مطالعہ بھی فکر یونان ہی کی روشنی میں کیا، لیکن قرآن مجید کا زور چونکہ محسوس اور ٹھوس حقائق پر ہے، اور حکمت یونان کا حقائق کے بجائے نظریات پر، لہذا ظاہر ہے کہ یہ کوششیں ایک نہ ایک دن ضرور ناکام رہتیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور یہ اسی کوشش کی ناکامی تھی جس کے بعد اسلامی تہذیب وثقافت کی حقیقی روح برسر کار آئی، حتی کہ تہذیب جدید کے بعض اہم پہلوؤں کو دیکھیے کہ ان کا ظہور بھی اسی کا مرہون منت ہے۔"(۱)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"قرآن پاک نے تاریخ کو "ایام اللہ" سے تعبیر کیا، اور اسے علم کا ایک

(۱) تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص ۱۹۶-۱۹۷ (لاہور، ۱۹۵۸ء)۔ (ح)

Marfat.com

سرچشمہ ٹھہرایا ہے، اس کی ایک اور بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اقوام و امم کا محاسبہ انفرادی و اجتماعی دونوں لحاظ سے کیا جاتا ہے، مزید یہ کہ انھیں اپنی بداعمالی کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے، اور یہ وہ بات ہے جس کے ثبوت میں اس نے بار بار تاریخ سے استناد کیا۔"(۱)

علاوہ ازیں قارئین کو توجہ دلائی کہ نوع انسانی کے گذشتہ اور موجودہ احوال وشئون کے مطالعہ میں غور وفکر سے کام لیں:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [سورة إبراهيم:۵]

"اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ، اور ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ، اس میں ان لوگوں کے لیے جو صابر و شاکر ہیں (قدرت خدا کی) نشانیاں ہیں۔"

﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ☆ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الأعراف: ۱۸۱-۱۸۲]

"اور ہماری مخلوق میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں، اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوگا۔"

﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ [آل عمران: ۱۳۷]

"تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں، تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔"

---

(۱) ایضاً۔(ح)

Marfat.com

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران: ١٤٠]

"اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں"۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [الأعراف: ٣٤]

"اور ہر فرقہ کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے، جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔"

علمی منتشر اکائیوں میں وحدت وربط

علم کے صحیح مقصد کی طرف رہنمائی اور اسے مثبت تعمیری و مفید اور ذریعۂ یقین بنانے کے سلسلے میں بعثت محمدی اور دعوت اسلامی کے رول کی اس سے زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت ہے جو اس نے علمی تحریک کی فعالیت و وسعت کے سلسلے میں ادا کیا ہے۔

علم کی کڑیاں بکھری ہوئی بلکہ بسا اوقات متضاد تھیں، علم طبعیات و حکمت دین سے برسر پیکار تھے، حتی کہ ریاضی وطب جیسے معصوم علم کے ماہرین بھی بعض اوقات سلبی والحادی نتیجے نکالتے تھے، چنانچہ یونان کے علماء (جنھوں نے کئی صدیوں تک فلسفہ وریاضیات میں اپنا امتیاز قائم رکھا تھا) یا تو مشرک تھے یا ملحد تھے، اور یونان کے علوم اور مدارس فکر دین کے لیے خطرہ اور ملحدین کے لیے سند اور نمونہ بنے ہوئے تھے، اس صورت حال میں یہ اسلام کا بڑا احسان تھا کہ اس نے ایسی وحدت قائم کی جو تمام علمی اکائیوں کو مربوط کر دیتی تھی، اور اس کے لیے ایسا کرنا اس لیے آسان ہو سکا کہ اس کا علمی سفر صحیح نقطۂ آغاز (Starting Point) سے ہوا تھا، اس نے اسے اللہ پر ایمان، اس سے مدد طلبی اور اس پر اعتماد کے ذریعہ اور ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ کی تعمیل میں شروع کیا تھا، اور آغاز کی صحت اکثر اوقات انجام کی صحت وخیریت کی ضمانت ہو جاتی ہے، اسلام نے قرآن و ایمان کے فیض و فضل سے ایسی وحدت کا انکشاف کیا جو تمام وحدتوں کو مربوط کر دیتی ہے، اور وہ وحدت اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت ہے، جس کے بارے میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کی تعریف کی ہے:

﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا

Marfat.com

بَاطِلًا سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران:۱۹۱]

''اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا ہے، تو پاک ہے، سو محفوظ رکھ ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔''

زمانۂ ماسبق میں کائناتی وحدتیں (یعنی اس کے مظاہر اور حوادث و تغیرات) انسان کو متضاد نظر آتے اور اسے حیرت و اضطراب میں ڈالتے تھے، اور کبھی کفر و الحاد اور خالقِ عالم اور مدبّرِ کائنات کے اوپر طعن و اعتراض تک پہنچا دیتے تھے، اسے دیکھتے ہوئے ایمان و قرآن پر مبنی ''اسلامی علم'' نے دنیا کو ایسی وحدت عطا کی جو کائناتی وحدتوں کو جمع کر دیتی ہے، اور وہ اللہ کا غالب ارادہ اور اس کی حکمت کاملہ ہے۔

ایک جرمن فاضل ہیرالڈ ہوفڈنگ (Harold Hoffding) اس وحدت کی دریافت اور انسانی زندگی اور علم و اخلاق کے تاریخی سفر میں اس کے مؤثر کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ہر مذہب کا ایمان توحید پر ہے، جس کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کی علت وجود ایک ہی ہے، (اس فکر سے لازمی طور پر پیش آنے والی مشکلات سے قطع نظر) یہ ایمان و اعتقاد فطرت انسانی پر بڑا مفید اور اہم اثر مرتب کرتا ہے، اور اس کے ماننے والوں کے لیے یہ عقیدہ رکھنا آسان ہو جاتا ہے (بعض اختلافات و تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے) کہ عالم کی تمام چیزیں ایک قانونی وحدت میں منسلک ہیں، کیونکہ علت کی وحدت، قانون کی وحدت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔

ازمنۂ وسطیٰ کے دینی فلسفہ نے کثرت میں وحدت کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا، جس سے غیر مہذب انسان طبعی مظاہر کی کثرت کے سبب اس سے غافل تھا، اور اس کثرت کے مشاہدہ میں اس لیے غلطاں و پیچاں رہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ان میں ربط ذاتی پیدا کرنے کا کوئی سررشتہ نہ تھا۔''(۱)

---

(۱) History of Modern Philosophy (ج)

Marfat.com

مغرب کی بیداری اور علم و تہذیب کے نئے دور کے آغاز میں اسلام کا حصہ

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اپنی کتاب The Making of Humanity میں لکھتا ہے:

"یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس پر اسلامی تمدن کا احسان اور اس کے نمایاں آثار کی گہری چھاپ نہ ہو۔"

وہ آگے چل کر لکھتا ہے:

"صرف طبعی علوم ہی (جن میں عربوں کا احسان مسلم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں، اور اس کی ابتدا اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب اسلامی تہذیب و تمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوئی ہیں۔" (۱)

اکثر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یورپ کی نشأۃ ثانیہ فکر یونان کے احیاء کا نتیجہ تھی، مشہور مؤرخ ایچ جی ویلس (H. G. Wells) نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہ موجودہ دنیا کو قوت اور علم کی روشنی یونان سے ہی ملی ہے، لکھا ہے:

"جس علم کی ابتدا کرنے کے بعد اسے یونانیوں نے خیر باد کہہ دیا تھا، اسے ایک نئے زاویہ اور نئے جوش و خروش کے ساتھ (عربی ذہن) نے نظم و ترتیب کے ساتھ اپنا موضوع بنالیا، اگر یونانی حقیقت کے سائنسی طریقہ انکشاف کے باپ تھے تو عرب اس کے مربی تھے، جنھوں نے انتہائی صاف گوئی، آسان اور سہل تشریحات، با قاعدہ اور جچے تلے الفاظ اور جامع تنقید سے اسے سنوارا تھا، یہ صرف عرب تھے نہ کہ لاطینی جن سے جدید دنیا کو

(۱) The Making of Humanity P. 202 (ح)

Marfat.com

علم اور قوت کا تحفہ حاصل ہوا ہے۔"(۱)

قدیم دنیا میں مسلمانوں کا علمی تفوق اور مفید اور تجرباتی علوم میں ان کی قیادت

میں اپنے مطالعہ کی روشنی میں یہ دعوی کر سکتا ہوں کہ مسلمانوں نے صرف عظیم الشان اور وسیع سلطنتوں کی بنیاد نہیں ڈالی، بلکہ ایک زمانہ میں وہ دنیا کی تمام اقوام پر علم و فضل میں بھی فائق تھے، مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو حصول علم کے شوق، اس کی بے لوث خدمت اور مختلف علوم میں بیش بہا تصنیفات کے لیے ممتاز رہے ہیں، قرن اول کے ائمہ، محدثین اور فقہاء و مجتہدین سے قطع نظر (جن کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی) مسلمانوں نے دینی اور دنیاوی علوم میں ایسے مفکرین اور مصنفین پیدا کیے جن کا مقابلہ دوسری قوموں کے بڑے سے بڑے عالم سے کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے تحصیل علم کا دائرہ صرف مذہبی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ تک محدود نہیں رکھا، بلکہ انھوں نے جغرافیہ، طبیعیات، نباتات، ہندسہ، طب، کیمیا، فلسفہ، تاریخ و مذاہب و تمدن جیسے علوم کی خدمت بھی کی، ان کے اکثر علماء نے صدیوں تک مختلف علوم وفنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے، اور کبھی نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں، یہاں صرف چند مسلمان علماء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ کسی طویل تعارف کے لیے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔

مسلمان موجدین فن اور ماہرین علوم

الخوارزمی (م ۸۵۰ء/۲۳۶ھ) نے سب سے پہلے عالمی جغرافیہ پر کتاب لکھی، اور پھر محمد بن محمد الادریسی (م ۱۱۵۳ء/۵۶۰ھ) نے "المسالك والممالك" میں عالم اسلام کے تجارتی راستوں کو نقشہ جات کے ساتھ وضاحت سے بیان کیا، ابن الہیثم

(۱) ایچ جی ویلس The Outline of History، لندن، ۱۹۲۰ء، صفحہ ۲۷۳ (ج)

Marfat.com

(م ۱۰۳۹ء/۴۳۱ھ) نے تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں جن میں سینتالیس علم ہندسہ پر اور اٹھاون انجینیر نگ کے موضوع پر تھیں، وہ پہلا شخص تھا جس نے اسوان ڈیم کی تعمیر کی تجویز پیش کی، اور علم بصارت (Optics) میں مفید انکشافات کیے، اس نے اپنی کتاب المناظر میں بصری ادراک کے سلسلہ میں یہ نظریہ پیش کیا کہ کسی شے کی بصارت اس سے ٹکرا کر واپس آنے والی شعاعوں پر منحصر ہے، محمد بن موسیٰ الخوارزمی (م ۸۵۰ء/۲۳۶ھ) نے علم ہندسہ میں ایک سے نو تک اعداد کے بعد صفر کا اضافہ کیا اور سب سے پہلے اعداد کی حیثیت کا تعین کیا، الخوارزمی نے ہی الجبر (الجبرا) ایجاد کیا، البتانی (م ۹۲۹ء/۳۱۷ھ) جسے مغرب البیٹگنی (Albategni) اور الباطینوس (Albatenius) کے نام سے یاد کرتا ہے، عظیم عرب ماہر فلکیات تھا، جس نے گہن کی کجی کا بالکل صحیح اندازہ لگایا، شمسی سال کی مدت، موسموں کی تبدیلی اور سورج کے اوسط مدار کا پتہ چلایا، اور بطلیموس کے اس نظریہ کی تردید کی کہ سورج کا مدار غیر متحرک ہے، ابوبکر محمد الرازی (م ۹۳۲ء/۳۱۱ھ) جسے مغرب نے ریز ز (Rhazes) کا نام دے رکھا ہے، عہد وسطی کا سب سے بڑا طبیب ہونے کے ساتھ عظیم فلسفی اور ماہر کیمیا بھی تھا، اس نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف کتاب الحاوي میں یونانی، مصری، قدیم عرب اور ہندستانی طب کا جائزہ پیش کیا۔

ابن البیطار (م ۱۲۴۸ء/۶۴۶ھ) اپنے زمانہ میں عظیم ترین ماہر ادویات تھا، اس نے اپنی دو مشہور تصانیف المغني في الأدوية اور الجامع لمفردات الأدوية والأغذية میں مختلف بیماریوں کی علامات بیان کیے ہیں، اور حروف تہجی کے اعتبار سے تقریبا چودہ سو حیوانات، نباتات اور معدنیات کا تفصیلی تذکرہ خود اپنے یا دوسرے ۱۵۰ ماہرین کے مشاہدات کی بنا پر پیش کیا ہے، مشہور عالم بوعلی سینا (م ۱۰۳۷ء/۴۲۸ھ) جسے مغربی دنیا آوی سینا (Avicenna) کے نام سے جانتی ہے، نے فلسفہ کے موضوع پر النجاۃ، الشفاء، طب کے موضوع پر القانون في الطب، اور نفسیات کے موضوع پر أحوال النفس تصنیف کی، اب تک اس کی ۲۴۱ تصنیفات کا انکشاف کیا جا چکا ہے، اور ۱۰ دوسری کتابوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسی کی لکھی ہوئی ہیں، طب میں اس کی مہارت کا اندازہ اس بات سے

Marfat.com

لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی کتاب منظر عام پر آنے کے بعد تقریباً پانچ سو برسوں تک یعنی سترہویں صدی کے اختتام تک اپنے موضوع پر سب سے مستند کتاب سمجھی جاتی تھی، علم کے ان درخشندہ ستاروں میں ابن خلدون (م ۱۴۰۶ء/۸۰۸ھ) بھی شامل ہے جو دنیا کا سب سے پہلا ماہر سماجیات ہے، اور جس نے انسانی سماج کو رخ دینے والے قوانین تلاش کرنے کی جانب توجہ دلائی، اور مغرب کے فلسفی کامٹی (Comte) سے پچاس سال پہلے سماجی علوم کی جانب توجہ مبذول کرائی، دنیائے علم وفن ابوریحان البیرونی (م ۱۰۴۸ء/۴۴۰ھ) کی سعی کی بھی مشکور ہے جسے طبیعیات، مابعدالطبیعیات، علم الادویہ، کیمیا، جغرافیہ اور تاریخ پر یکساں مہارت حاصل تھی، اس نے اور دوسرے مسلمان سائنس دانوں مثلاً ابن الہیثم نے موجودہ سائنسی تحقیقات کی بنیاد ڈالی تھی۔

علم کی تاریخ کا سب سے بڑا مغالطہ اور تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا المیہ

اس مقالہ کے اختتام سے پہلے میں آپ کی توجہ اس بنیادی حقیقت کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، انسان اپنی ذات سے علم کا نہ تو مرجع ہے اور نہ مصدر، وہ صرف اللہ کی مرضی کو پورا کرنے والا نائب یا نمائندہ ہے، قرآن مجید نے حضرت آدم کو "تعلیم اسماء" (جو علم کی بنیاد ہے) کا ذکر ان کے زمین میں خلافت الٰہی کے منصب پر سرفراز ہونے کے تذکرہ کے بعد اور اسی سیاق وسباق میں کیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کا استعمال خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے کرنے پر مامور تھے، علم کی تاریخ بلکہ تاریخ عالم کا یہ بہت بڑا المیہ تھا کہ انسان نے یہ فراموش کردیا کہ وہ خالق کائنات کا نائب اور خلیفہ ہے، اسے اس دنیا کی امانت سپرد کی گئی تھی، مالک اور آقا بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا کہ وہ زمین کے اوپر اور اس کے اندر پائے جانے والے خزانوں کو اپنے ذاتی، قومی، نسلی اور طبقاتی مفاد کے لیے یا سیاسی برتری حاصل کرنے کے لیے استعمال کرے، انسانیت کی تاریخ اور علم دونوں کے لیے وہ منحوس ترین دن تھا جس دن اس

Marfat.com

نے تباہی کے اس راستہ کا انتخاب کیا، صرف یہ احساس کہ انسان اس دنیا کا مالک ہونے کے بجائے خدا کا خلیفہ اور نائب ہے، اسے صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے، کیونکہ اس حقیقت کا عرفان ہی اسے من مانی کارروائی کرنے میں مانع ہو سکتا ہے۔

علم کا اس کے مالک سے رشتہ منقطع ہونا واقعتاً بہت بڑا فتنہ ہے، انسان نے علم تو حاصل کر لیا لیکن اس کے ذہن نے علم کے خالق کو فراموش کر دیا، آج دنیا تباہی کے دہانہ پر کھڑی ہوئی ہے، یورپ اور امریکہ کے سیاست دانوں اور عالموں اور ان تمام لوگوں سے معذرت کے ساتھ جو مغرب کی تہذیب پر نازاں ہیں، میں یہ عرض کروں گا کہ انسان کا اپنے آپ کو خود مختار اور اس دنیا کا حقیقی مالک سمجھ لینا ایک بہت بڑی غلطی تھی، انسان جب اپنی ابتدا کو بھول گیا تو اسے اپنی حیات کا مقصد اور انتہا بھی فراموش ہو گئے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ انسان اس وقت تک اس دنیا کے حالات کو سدھارنے میں ناکام رہے گا جب تک وہ یہ تسلیم نہ کرے کہ وہ صرف ایک مخلوق ہے جسے اپنے خالق کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی بھی کرنی ہے، اسے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اسے جتنا بھی علم حاصل ہوا ہے وہ اس کے ایک سرے پر کھڑا ہوا ہے اور دوسرے سرے پر علم کا خالق، اس کا آقا اور مالک موجود ہے، اگر یہ رشتہ منقطع ہو گیا تو انسان اپنی تخلیق کا مقصد بھی فراموش کر دے گا، اور ہماری دنیا ایک میدان جنگ اور انسانیت کے ایک ایسے مذبح میں تبدیل ہو جائے گی جہاں غلامی کی بے شمار اقسام، بے انصافیوں اور انسانیت کی تذلیل کا دور دورہ ہوگا۔ (۱)

---

(۱) یہ مضمون علاحدہ رسالہ کی شکل میں بعنوان ''انسانیت کی رہنمائی میں اسلام کا عظیم کردار'' شائع ہوا۔

Marfat.com

علم واسم الٰہی کے رابطہ کی ضرورت وافادیت [1]

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، أما بعد، فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [سورة العلق:۱-۵]

حضرات! یہ محض حسن اتفاق نہیں بلکہ توارد ہے، اور ایک طرح سے القائی چیز ہے کہ میں انھیں آیتوں سے اپنی تقریر شروع کرنے والا تھا، ہمارے محترم فاضل چغانی صاحب [2] نے ان آیتوں کو پڑھا، لیکن آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ قرآن مجید سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، اور اس میں مکرر کا معاملہ نہیں ہے کہ ابھی آپ نے جو پڑھا ہے، پھر پڑھ رہے ہیں، یا دوسرا پڑھ رہا ہے، اس لیے اگر میں ان آیتوں کو دوبارہ پڑھتا ہوں اور ان پر روشنی ڈالتا ہوں تو یہ نہ کوئی بدعت ہے، نہ کوئی معصیت ہے، اور نہ کوئی جدت ہے، اور نہ کوئی معذرت کے قابل چیز ہے۔

سوچنے کی بات

بہت سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ نبی جو قلم چلانے سے اور لکھنے پڑھنے سے بالکل معذور تھا، اللہ تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے (جس کا اندازہ پورے طور پر آج بھی نہیں کیا جاسکا) اس کو اُمی بنایا، یہ بات خود ایک کتب خانہ کی طالب ہے، یہ چیز کہ اللہ نے اپنے نبی کو اُمی کیوں بنایا، اس پر بڑے بڑے فلاسفۂ تاریخ اور بڑے بڑے مفکرین مذاہب اور ناقدین روشنی ڈال

(۱) خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں ۶/ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو دیے گئے خدا بخش سالانہ خطبہ سے ماخوذ۔

(۲) حبیب الرحمٰن چغانی صاحب۔

Marfat.com

سکتے ہیں، اگر ایک بڑے پڑھے لکھے فاضل کو اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے لیے اپنا ترجمان بناتا اور ایقان لانے والا بناتا تو معلوم نہیں اس کے متعلق کیا کیا قیاسات ہوتے، اور کہاں سے اس کا سرا ملایا جاتا، کہ اس نے فلاں کتاب پڑھ لی ہوگی تو یہ کہنے لگا، اس نے فلاں درس گاہ، فلاں دانش گاہ و دانش کدہ میں فلاں مکتب خیال (School of Thought) میں یہ تعلیم پائی تو اس کا یہ اثر ہے، غرض کہ اس میں بہت بڑا راز ہے، اور خدا کی بہت بڑی حکمت ہے کہ اس نے آخری دور کے لیے، قیامت تک کے زمانہ کے لیے جو علم اور تعلیم کا زمانہ ہوگا، اور صرف تعلیم و تصنیف کا ہی نہیں بلکہ قیاسات کا، اور ذہانتوں کا، بدگمانیوں کا، اور شبہ انگیزیوں کا زمانہ ہوگا، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے نبی کا انتخاب کیا جو پڑھا ہوا نہیں تھا۔

میں آپ کے سامنے ایک طالب علم خاص طور سے بلادِ عربیہ اور عالم عربی کے تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا معمہ تھا، اگر اس زمانہ کے فاضلوں کو، دانشوروں کو، اس زمانہ کا جو Intellectual Class تھا، اس کو جمع کیا جاتا اور کہا جاتا کہ آسمان کا زمین سے اور خالق کائنات کا تعلق کائنات سے وحی کے ذریعہ سے، پیغام کے ذریعہ سے پہلی مرتبہ صدیوں کے بعد قائم ہونے والا ہے، تو بتائیے کہ اس کی ابتدا کس چیز سے ہوگی؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی ابتدا ﴿اِقْرَأْ﴾ کے لفظ سے ہوگی، اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ جس پر یہ وحی نازل ہونے والی ہے، اور اس کو نبوت ملنے والی ہے، وہ پڑھا ہوا نہیں ہے، Illiterate ہے، اُمّی ہے، اور جس ملک میں وحی نازل ہونے والی ہے، اس کے ذریعہ سے خدا کو دنیا کو ایک عالمگیر پیغام دینا ہے، زندگی کا پیغام دینا ہے، سعادت کا پیغام دینا ہے، اتحاد کا پیغام دینا ہے، مقصدیت کا پیغام دینا ہے، معرفت الٰہی کا اور مرتبۂ انسانی کا پیغام دینا ہے، وہ ملک سراسر اَن پڑھ ہے، اُمّی ہے، Illiterate ہے۔

تاریخ عرب اور تاریخ ادب کے ایک خصوصی طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اگر مکہ معظمہ میں تلاش کیا جاتا کہ قلم کہاں مل سکتا ہے تو شاید دو چار گھروں کے علاوہ کہیں قلم مل ہی نہیں سکتا تھا، وہاں صرف ورقہ بن نوفل ایک لکھنے والے تھے، کسی لال بجھکڑ یا کسی بڑے نکتہ

Marfat.com

داں سے پوچھا جاتا کہ یہ بتایئے کہ دنیا میں جو فساد برپا ہے، جو جہالت پھیلی ہوئی ہے، بت پرستی کا رواج ہے، انسان خدائی کے دعویدار بنے ہوئے ہیں، انسان کے غلط تصرفات کا زمانہ ہے، اور ناخدا شناسی کا دور ہے، اس زمانہ میں پہلا لفظ کیا ہوگا؟ پہلی وحی کیا ہوگی؟ بڑے سے بڑا دانشمند اور عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی ابتدا ﴿اِقْرَأْ﴾ کے لفظ سے ہوگی، اس لیے کہ خود عرب اپنے کو کہتے تھے: نحن أمة أميون، ہم ان پڑھ لوگ ہیں، اور قرآن مجید نے خود ذکر کیا ہے، یہود کی زبان سے کہ وہ کہتے تھے کہ ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ [آل عمران: ۷۵] ہم جو بھی کریں، اس قوم کے ساتھ جو معاملہ کریں، ہم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا، کوئی دار و گیر نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ جانوروں کی طرح ہیں، وہ اُمیوں کو جانوروں کے ہم مرتبہ سمجھتے تھے، عربوں کے ساتھ اگر ہم زیادتی کرتے ہیں، کسی چیز پر قبضہ کر لیتے ہیں، زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں، ملکیت پر قبضہ کر لیتے ہیں، تو کوئی ہم سے دار و گیر نہیں ہوگی، یہ کوئی اخلاقی جرم نہیں ہے، کیونکہ یہ جاہل ان پڑھ جانور لوگ ہیں، کوئی جانور کو اپنے گھر میں پالتا ہے، کوئی دوسرا کام لیتا ہے، کوئی سزا دیتا ہے، یہ کوئی جرم نہیں۔

انقلاب انگیز دعوت اور پیغام

تو حیرت انگیز بات ہے کہ اس وقت اس وحی کا آغاز ﴿اِقْرَأْ﴾ سے ہوتا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس پر لوگوں نے بہت کم غور کیا ہے کہ ان آیات میں علم کو اسم سے ملایا گیا ہے، ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ پڑھو لیکن یہ پڑھنا کافی نہیں، مفید نہیں ہے، وہ پڑھنا جو خالص پڑھنا ہو، جس سے معلومات میں محض اضافہ ہو، اور جس سے آدمی میں فخر کا شعور پیدا ہو کہ ہم بڑے پڑھے لکھے ہیں، بڑے Educated ہیں، بڑے انٹلکچول ہیں، دانشور ہیں، یہ کافی نہیں، اس عمیق نکتہ پر لوگوں نے غور نہیں کیا، یہ ایک انقلاب انگیز پیغام تھا، اور انقلاب انگیز دعوت تھی، اور ایک انقلاب انگیز انکشاف تھا، ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ پڑھو لیکن علم اسم الٰہی سے الگ نہ ہو، جب علم اسم اللہ سے الگ ہوگا تو پھر وہ جہالت بن جائے گا، اور جہالت ہی نہیں بنے گا بلکہ جہالت خیز اور جہالت کا سرپرست، جہالت کی تائید کرنے والا، اور جہالت

Marfat.com

کے لیے دلائل لانے والا، اور جہالت کے لیے دنیا کے دانشوروں کو کنونس (Convince) کرنے والا بن جائے گا، اگر دیکھا جائے تو دنیا کا سب سے بڑا انقلاب وہ ہوا جو علم کے اسم سے جدا ہونے سے ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: ﴿اِقْرَأْ﴾ پڑھیے لیکن ﴿بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ اس رب کے نام کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ پڑھیے جس نے پیدا کیا، تو یہ ایک انقلاب انگیز اعلان تھا، ایک فکر انگیز اور شعور خیز اعلان تھا۔

لوگوں نے بہت کم اس پر غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے نبی امی، سے کہ آپ پڑھیے، لیکن اپنے اس رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، سب سے پہلے اس کے جاننے کی ضرورت ہے کہ ہمیں پیدا کس نے کیا؟ کس لیے پیدا کیا؟ اور وہ پیدا کرنے والا ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہمیں کس طرح کی زندگی گزارنی چاہیے؟ یہ انقلاب انگیز انکشاف، ایک انقلاب انگیز دعوت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کے لیے جو بعثت محمدی سے شروع ہونے والا ہے اور قیامت تک رہے گا، اس عہد کے لیے جو پچھلے عہدوں کی غلطیوں کو ختم کرنے والا، پچھلے عہدوں کے انحرافات اور ان کے غلو کو، اور ان کے علم کے باوجود بے علمی کو، اور دانائی کے باوجود نادانیوں کو، اور ذہانت کے باوجود بلادت کو اور غباوت کو دور کرنے والا تھا، اور اس دنیا میں جو فساد پیدا ہوا تھا علم کے اسم سے جدا ہو جانے کی وجہ سے، اس کو مٹانے والا تھا، اس کی ابتدا ان لفظوں سے کی: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ "پڑھیے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"۔

علم کی علَم بردار اُمت

پھر اس میں ایک بات جس پر کم لوگوں نے غور کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس آیت نے گویا اعلان کیا کہ نبی تو نبی امی ہے، لیکن اس نبی کی جو امت پیدا ہوگی، وہ حامل علم باسم ہوگی، وہ حامل انصاف ہوگی، حامل عدالت ہوگی، حامل توازن ہوگی، اور حامل ہمدردی و رحمت ہوگی، بتایا کہ وہ نبی امی ہے لیکن اس نبی امی کی دعوت سے جو امت پیدا ہوگی وہ علم کی علَم بردار ہوگی، علم کی ناشر ہوگی، علم کی خادم ہوگی، علم میں اضافہ

Marfat.com

کرنے والی ہوگی، نئے نئے علمی میدان پیدا کرنے والی ہوگی، نئی نئی علمی پہیلیوں کو بجھانے والی اور سلجھانے والی ہوگی، اس وقت یقیناً ایسے دانا رہے ہوں گے جنھوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ اب اس نبی اُمی سے جس امت کا ظہور ہونے والا ہے، اس کی بعثت کے نتیجہ میں جو امت آئے گی، وہ حامل علم ہوگی، اور وہ علم مفید ہوگا، وہ علم اثباتی ہوگا، ایجابی ہوگا، تعمیری ہوگا، انقلابی ہوگا، وہ علم ایسا نہیں ہوگا کہ وہ خدا سے ناشناس کرے اور اپنی حقیقت سے بھی ناآشنا بنائے، اور دنیا کے مفاد سے، دنیا کا جو حق ہے، جو مفاد ہے، اس سے غافل کرے، اور وہ علم صرف اپنی شہرت کے لیے رہ جائے یا محض پہیلیوں کو بجھانے کے لیے، اور اپنی ذہانت کا سکہ جمانے کے لیے، اپنی تعریف کرانے کے لیے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے، عزت حاصل کرنے کے لیے ہو، خدا بخش خاں کی لائبریری، اس کتابی ذخیرہ اور اس کتابی مرکز میں جس کی مثال عالم اسلامی میں بھی کم ملے گی، میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ آپ کے ہندوستان ہی کے لیے قابل فخر نہیں، عالم اسلام کے لیے، عالم علم کے لیے اور علمی دنیا کے لیے قابل فخر ہے، اس میں ان آیات کا پڑھنا بڑا موزوں تھا، اور میں اس کو توارد سمجھتا ہوں، القاء سمجھتا ہوں کہ میں یہی سوچ کر آیا تھا کہ ان آیتوں سے ابتدا کروں، چغتائی صاحب نے یہی آیتیں پڑھیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی نبوت سے جو امت پیدا کی وہ علم کی ایسی حامل ہوئی کہ اس نے علمی دنیا ہی نہیں بلکہ مذاہب کی دنیا میں، اخلاق کی دنیا میں، سیاسیات کی دنیا میں، انتظامات کی دنیا میں، معاملات کی دنیا میں، اور زندگی کا کوئی شعبہ نہیں، جس شعبہ میں انقلاب برپا نہ کیا ہو، جہاں تک کتابوں کے لکھنے کا تعلق ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی مذہب کے حامل اور کسی نبی کی امت نے علم کی ایسی خدمت نہیں کی جو باختلاف اقسام وانواع اور باختلاف اثر وتاثیر اس امت نے کی ہے، آپ اگر اس کے ذخیرہ کو دیکھیں، اس کے کاموں کو دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے، خود یہ کتب خانہ اگر آپ نے اسے دیکھا ہو آپ کے شہر ہی کے لیے پورے ملک کے لیے قابل فخر ہے، اسے آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک حصہ ہے اس بڑے کام کا جو اس امت نے انجام دیا مختلف دوروں میں، مختلف ملکوں میں، اور مختلف زبانوں میں۔

Marfat.com

یورپ کی نشأۃ ثانیہ میں اندلس کا حصہ

انگریز مفکرین اور مصنفین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ یورپ کی نشأۃ ثانیہ میں، یورپ کی نئی ترقی میں، سائنٹفک ترقی میں دانش کی ترقی میں، تجربات کی ترقی میں اسپین نے اثر ڈالا ہے، اور اسپین وہ ہے کہ وہاں کچھ نہیں تھا، لیکن جب وہاں اسلام پہنچا تو اس کو اندلس بنادیا اور اس نے اس کو ایسا مرکز علم بنادیا، جو لوگ جانتے ہیں ان سے عرض کرتا ہوں کہ دو اصطلاحیں ہیں، ایک قیاس کی اصطلاح، قیاس یہ ہے کہ آدمی پہلے سے ایک بات طے کرلے کہ یہ بات یوں ہے اور اس کے بعد قیاس کرتا چلا جائے، اور ایک استقراء یعنی مختلف چیزوں کو دیکھ کر تجربہ کر کے ایک نتیجہ نکالے اور پھر اس پر عمل کرے، یورپ کے ایک بڑے دانشور نے لکھا ہے کہ یورپ میں سائنس کی ترقی اس وقت سے شروع ہوئی جب اسپین سے یورپ نے استقراء کا خیال لیا، اور قیاس کو چھوڑا، قیاس سے ترقی نہیں ہوسکتی، استقراء سے ترقی ہوسکتی ہے، جب آپ دس بیس چیزوں کو دیکھیں اور پھر دیکھیں کہ ان میں قدر مشترک (Common Factor) کیا ہے تو پھر آپ ایک نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ کام یوں ہونا چاہیے، اسی طرح اسپینی کتب خانوں کے متعلق ان سب لوگوں نے اعتراف کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا گیا۔

تو ایک نبی اُمی سے اللہ نے اپنا ایک معجزہ دکھایا، اور معجزہ وہ ہوتا ہے جو بالکل عقل و دانش سے بالاتر ہو، ایک بڑے پڑھے لکھے فاضل نبی کی بعثت سے ایک قوم اور ایک امت کے پیدا ہوجانے میں اعجاز کا وہ پہلو نہیں جو ایک نبی امی کی بعثت سے ایک ایسی عالم بلکہ معلم دانشور، مجتہد قسم کی امت پیدا ہو، اس میں جو اعجاز کا پہلو ہے وہ اس میں نہیں ہے، کسی پڑھے لکھے نبی کی بعثت سے کوئی امت پیدا ہو، یہ بے شک اللہ کا فضل ہے، احسان ہے، ہم اس کے قائل ہیں، معتقد ہیں کہ نبی امی کی تعلیم و دعوت سے ایک ایسی امت پیدا ہوجائے جس میں اتنے جلیل القدر مفکر پیدا ہوں، دانشور پیدا ہوں، مجتہد پیدا ہوں، جو اجتہاد کریں، اور پچھلے نظریات کو بدلیں اور دوسرے نظریات لائیں، اور ساری دنیا میں علم کا دریا بہادیں،

Marfat.com

اب آپ دیکھ لیں کہاں یہ شہر جو ہندوستان کا بہرحال ایک حصہ ہے اور کہاں یہ عظیم کتب خانہ، آپ کسی اسلامی ملک میں جائیے تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں ایک کتب خانہ موجود ہے، یورپی مورخین نے بعض خواتین کا ذکر کیا ہے کہ ان کے یہاں ایک ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں اور بڑے بڑے عالموں ادیبوں کو کوئی بات سمجھنی ہوتی تھی، کوئی معمہ ہوتا تھا، کوئی ایسا مسئلہ جسے حل نہیں کر سکتے تھے، تو مسلم خاتون توجہ کرتی تھیں، ان کے نام بھی کتابوں میں آتے ہیں۔ (۱)

(۱) "علم واسم کے رابطہ کی ضرورت وافادیت اور میری چند محسن کتابیں" از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، شائع کردہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، صفحہ ۱ تا ۶۔

Marfat.com

علم اور اسم الٰہی کا باہمی ربط (۱)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد و آلہ و صحبہ أجمعین، و من تبعھم بإحسان و دعا بدعوتھم إلی یوم الدین، أما بعد! فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورۃ العلق:۱-۵)

میں نے آپ کے سامنے سورۂ علق کی ابتدائی آیتیں پڑھی ہیں، میں کہا کرتا ہوں اور میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار کہا ہے، اور بڑے بڑے دانشوروں کے جلسوں میں کہا، پروفیسروں کے جلسوں میں اور ایجوکیشن کانفرنسوں میں کہا کہ غار حراء میں سید الرسل اور خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی، اس سے پہلے اگر دنیا کے دانشور کہیں جمع کیے جاتے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان سے تارے توڑ کر لے آتے ہیں، اور بال کی کھال نکالتے ہیں، اور بڑی بڑی پہیلیاں بوجھتے ہیں، اگر ان کو جمع کیا جاتا اور کہا جاتا کہ اے فاضلو! اے دانشورو! ذرا یہ بتاؤ کہ ایک ایسے ملک میں کہ جو اَن پڑھ ہے، ناخواندہ ہے، Illiterate ہے، اور جس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ یہودی کہتے تھے: ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ﴾ (سورۃ آل عمران:۷۵)، اور وہ کیا کہتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (سورۃ الجمعۃ:۲) 'وہ پاک ذات جس نے اُمیوں میں انہیں میں کا ایک رسول بنا کر بھیجا'، تو جس ملک کا خطاب، جس ملک کا مشترک وصف ہو، پورے ملک کا مشترک وصف اور نمایاں

(۱) منصور پور (مظفر نگر) میں ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر ۳۱/مارچ ۱۹۹۴ء کو کی گئی تقریر۔

Marfat.com

وصف جو کہ عنوان بنتا ہے، نام بنتا ہے، اور لقب بن جاتا ہے، وہ اُمی ہے، اَن پڑھ ملک میں، اَن پڑھ قوم کے اندر، ایک ناخواندگی کے زمانے اور عہد میں کہ اگر مکہ مکرمہ میں قلم ڈھونڈھا جاتا تو بڑی مشکل سے اور بڑی تلاش کے بعد شاید تین چار قلم مل سکتے، ان حضرات کے نام آتے ہیں جو پڑھے ہوئے تھے، ورقہ بن نوفل وغیرہ کے، وہ انجیل وغیرہ پڑھ لیتے تھے، تو قلم وغیرہ ڈھونڈھے جاتے تو شاید تین چار قلم سے زیادہ نہ ملتے، اور وہاں کوئی کتب خانہ نہیں، کوئی درسگاہ نہیں، اور عرصہ سے وہاں کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت دنوں سے یہاں انذار کا سلسلہ، ڈرانے کا سلسلہ، ہدایت کا سلسلہ بھی نہیں پہنچا، اور اس کو پہلا پیغام ملنے والا ہے خدا کی طرف سے، خالق کائنات کی طرف سے، اور خود ان کے خالق کی طرف سے، اور ہادی مطلق اور ہادی انسانیت کی طرف سے، تو آپ یہ بتائیے کہ وہ کیا ہوگا؟ ذہن کیا کہتا ہے؟ قیاس کیا کہتا ہے کہ وہ پہلی آیتیں کیا ہوں؟ ان پہلے الفاظ میں کس چیز کی تلقین کی جائے گی اور کیا حقیقت بیان کی جائے گی؟

تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر دنیا کے صدہا کی تعداد میں بھی ایسے دانشور اور ایسے دور کی کوڑی لانے والے اور پہیلی بجھانے والے جمع ہوتے، تو ان میں سے ایک بھی یہ نہ کہتا کہ اس پہلی وحی میں 'قرأت' کا لفظ آئے گا، پڑھنے کا لفظ آئے گا، اس لیے کہ نہ فضا اس کے لیے تیار ہے، نہ کان اس کے مشتاق ہیں، نہ یہ چیز وہاں مانوس ہے، عقیدہ کی بات کہی جائے گی، ہدایت کی بات کہی جائے گی، بت پرستی کو چھوڑنے کی بات کی جائے گی، خدا سے ڈرنے کی بات کہی جائے گی، لیکن آپ سب کو معلوم ہے اور یہاں بڑے بڑے علمائے کرام بیٹھے ہوئے ہیں، اور جو تفسیر و حدیث کا درس دیتے ہیں، اور سیرت نبوی پر بھی ان کی نظر ہے کہ پہلی وحی جو نازل ہوتی ہے، اس کا پہلا لفظ ہے: ﴿اِقْرَأْ﴾ "پڑھو"۔

اس امت کا آغاز علم سے ہوا

تو معلوم ہوا کہ اس امت کا آغاز علم سے، علم صحیح سے ہونا ہے، اور علم صحیح سے ہی صحیح آغاز ہوتا ہے، اور اس میں بھی نبی امی پر پہلی وحی جو نازل ہوتی ہے، اس کا آغاز ہوتا ہے:

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ 'پڑھیے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا'،

Marfat.com

اس میں جو خاص چیز ہے وہ یہ ہے کہ علم واسم کا جوڑ ہے، وہ علم معتبر علم ہے، وہ علم علم نافع ہے، وہی علم معمار ہے، معمار انسانیت ہے، وہی علم ہادی کائنات ہے، ہادی خلق ہے، وہی علم ضلالتوں سے، جہالتوں سے، وحشتوں سے، مظالم سے، سفاکیوں سے، نفس پرستی سے، اور مادہ پرستی سے نکالنے والا ہے کہ جو اللہ کے نام کے ساتھ مقرون ہو، اور وہ اللہ کے نام کے ساتھ ملا رہے، وہی علم معتبر ہے، علم ہی وہ علم ہے جو اسم رب کے ساتھ ہو، جو بسم اللہ سے شروع ہو، اتنی بات تو ہم آپ جانتے ہیں کہ بسم اللہ سے شروع ہونا چاہیے، جب بسم اللہ ہوتی ہے، تسمیہ خوانی ہوتی ہے، تو بسم اللہ کہہ کر بچے سے کہا جاتا ہے کہو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، 'میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے'، اور پھر اسے پڑھایا جاتا ہے، یہ تو ہماری زبان میں داخل ہے، ہمارے عرف میں داخل ہے کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع ہونا چاہیے، لیکن یہ ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ کیا معنیٰ، ایک دنیا کو چونکا دینے والی چیز تھی، اور دنیا کو محو حیرت بنا دینے والی چیز تھی کہ نبی امی پر، امت امیہ کے درمیان اور بلا دامیت کے درمیان جو پہلی وحی نازل ہو رہی ہے، وہ شروع ہوتی ہے اِقْرَأْ سے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قرأت، وہ پڑھنا جو ہو، رب کے نام کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

علم اور اسم میں جدائی کا نتیجہ

میں نے یہ بات یورپ کے بعض دانش کدوں میں، بعض یونیورسٹیوں کے بالکل شامیانے کے نیچے اور ان کے جوار میں، بلکہ ان کے در و دیوار کے درمیان یہ بات کہی کہ آج ساری دنیا میں جو اس وقت گمراہی پھیلی ہوئی ہے، اور دنیا اس وقت بالکل ہلاکت کے اور تباہی کے بالکل منہ میں آ گئی ہے، اور لگتا ہے کہ کسی وقت بھی بجلی گرنے والی ہے، اور انسانیت کو ختم کر دینے کا فیصلہ ہونے والا ہے، خدا کی طرف سے، خالق انسانیت کی طرف سے، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم اور اسم میں جدائی ہو گئی، علم ہے لیکن اسم رب کے بغیر ہے، یہ آج آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں، سائنس کی ترقیاں اور یہ ایٹمک انرجی اور یہ تباہ کن آلات اور ایسی چیزیں کہ جو منٹ کے منٹ کیا، سیکنڈوں میں پورے پورے شہر کو نیست و نابود کر سکتی

Marfat.com

ہیں، جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکہ نے جو بم گرایا، آپ اس کی تفصیلات پڑھیے، پچھلے اخباروں کے فائلوں میں یا پچھلی تاریخ میں، کہ ایک بم تھا، اور شہر کا شہر تباہ ہو گیا، اور آج بھی اس کا خطرہ ہے کہ کسی وقت بھی ایک تیسری جنگ چھڑ جائے، لیکن وہ دو جنگیں اس تیسری جنگ کے مقابلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، وہ قابل ذکر ہی نہیں ہوں گی، اس لیے کہ ان دونوں جنگوں کے موقع پر ایسے آلات اور مہلک ہتھیار ایجاد نہیں ہوئے تھے جیسے اب ایجاد ہو گئے ہیں، یہ سب کس کی کرشمہ سازی ہے؟ کس کا نتیجہ ہے؟

یہ نتیجہ ہے جس پر یورپ نے آج بھی غور نہیں کیا، اور ہم نے وہاں ان کے سامنے یہ بات اسی لیے کہی، ان کو دعوت فکر دی، کہ یہ سب نتیجہ اس کا ہے کہ علم اور اسم میں جدائی ہو گئی، علم ہے لیکن اسم رب نہیں ہے، سارا پڑھنا لکھنا، ساری تحقیقات، ساری ایجادات، ساری ذہانتیں، ٹیلنٹس (Talents)، ذکاوت اور جوہر جو اللہ نے عطا فرمائے ہیں، اور محنتیں اور تجربہ گاہیں یہ سب کی سب چیزیں اللہ کے نام کے بغیر ہیں، اللہ کے نام سے نہ شروع ہوں، نہ اللہ کے نام پر ختم ہوں، بلکہ حقیقت میں اللہ کے نام کے مقابلہ میں، اللہ کے نام سے بغاوت پر ان کی بنیاد ہے، اللہ کے نام کے انکار پر ان کی بنیاد ہے، اللہ کے نام کی تحقیر پر ان کی بنیاد ہے، اللہ کے نام کی تضحیک پر ان کی بنیاد ہے۔

اعجاز قرآنی

اسی لیے آج ساری کائنات، ساری نوع انسانی اور ساری دنیا کی آبادی اس وقت خطرے کے بالکل دہانے پر کھڑی ہوئی ہے، ایک ایسے غار کے دہانے پر کھڑی ہوئی ہے جس میں گرنے کے بعد پھر دوبارہ اس کو زندگی نہیں مل سکتی، تو یہ اعجاز قرآنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی امی پر جو اپنی پہلی وحی نازل فرمائی، وہ ان لفظوں کے ساتھ فرمائی: ﴿اِقْرَأْ﴾ لیکن ﴿اِقْـرَأْ﴾ یوں نہیں، پڑھنے والے اس وقت بھی بہت تھے، آپ دیکھیں گے تو یہودیوں اور عیسائیوں میں پڑھنے لکھنے والوں کی کوئی کمی نہ تھی، بڑے بڑے احبار اور رہبان تھے، اور بڑے بڑے ان کے عالم تھے، اور بڑے بڑے دانا اور فرزانہ اور ذہین لوگ تھے، آپ اگر

Marfat.com

اس وقت شام کی تاریخ پڑھیں، آپ گبن کی تاریخ (The History of the Decline & Fall of the Roman Empire) پڑھیں، آپ (History of European Morals) پڑھیں، آپ مغربی مصنفین کے قلم سے لکھی ہوئی یورپ کی تاریخ پڑھیں، یا ساسانی تاریخ پڑھیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علم کے دریا بہہ رہے تھے، اور علم کے وہاں خزانے لگے ہوئے تھے، کتب خانے بھی تھے، کتابیں بھی لکھی جا رہی تھیں، لیکن اسم رب سے جدائی ہوگئی تھی، علم میں اور اسم میں فصل پیدا ہوگیا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا، نکل رہا ہے کہ دنیا روز بروز خطرے سے قریب ہو رہی ہے، اور خودکشی پر آمادہ ہے، یعنی کہا جائے کہ نوع انسانی خودکشی کرنا چاہتی ہے، یہ سب نتیجہ ہے اسم رب سے جدائی کا۔

اسم الٰہی کا سایہ

اللہ تعالیٰ نے اس علم کی تلقین فرمائی ہے اور اس علم کو احسان بتایا ہے، احسان کے طور پر اس کا ذکر فرمایا ہے، اور اس امت کی بنیاد علم پر رکھی ہے قیامت تک کے لیے، جو اسم کے ساتھ مربوط ہو، جو اس سے جدا نہ ہو، علم اور اسم دونوں ساتھ چلیں، بلکہ علم اسم کے سایہ میں ہو، جب تک علم اسم کے سایہ میں ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک ناموں کے سایہ میں ہوگا، اسی وقت تک وہ علم فائدہ مند ہے۔

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر نام ایک پیغام رکھتا ہے، ہر نام ایک علم کا خزانہ رکھتا ہے، علم کا خزانہ کیا، سمندر رکھتا ہے، اور سمندر کی بھی کیا حیثیت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی نام کو لے لیجیے، اس پر غور کرنے کے لیے، اس کی وسعتوں کو سمجھنے کے لیے، اس کی گہرائیوں کے سمجھنے کے لیے، اس کی کارفرمائیوں کو سمجھنے کے لیے، اور اس کی حیات بخشیوں کو سمجھنے کے لیے سال دو سال نہیں، پوری عمر بھی کافی نہیں ہے، وہ ایک ایک اسم جو ہے وہ کتب خانہ نہیں، بلکہ ایک پوری دنیا، اور دنیا سے بڑھ کر کے ہے، اللہ کے ہر نام، اس کے ننانوے نام، جن میں سے بہت سے آپ کو یاد ہوں گے، اگر آپ اس میں غور کریں، اور اس کے اسمائے حسنیٰ کی شرح وتفسیر میں جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں اگر آپ غور کریں، تو

Marfat.com

آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک اسم کے معنی کیا ہے؟ رب میں کیا کیا ہے؟ رحیم میں کیا کیا ہے؟ اور حکیم میں کیا کیا ہے؟ عزیز میں کیا کیا ہے؟ خالق میں کیا کیا ہے؟ رؤوف میں کیا کیا ہے؟ اور اسی طریقے سے سارے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

علم اللہ کا بہت بڑا انعام واحسان ہے

ہم سب اپنے بچوں کی بسم اللہ اسی سورۂ علق سے کراتے ہیں، لیکن بہت کم لوگوں کو شاید غور کرنے کا موقع ملا ہو، میں کوئی فخر کی بات نہیں کہتا، نہ کسی کی تحقیر کرتا ہوں، لیکن جب کوئی چیز رواج میں آجاتی ہے، تو اس پر غور کرنے کا پھر رواج نہیں رہتا، جیسے ابھی ہمارے عزیز سلمان نے بتایا کہ مسجد جانے کے لیے ایک دعا ہے: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، اور باہر نکلنے کی ایک دعا ہے: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، حتیٰ کہ بیت الخلاء جانے کے لیے ایک دعا ہے: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ، وَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ، وَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اور باہر نکلنے کی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَ عَافَانِيْ، یہ سب ہیں، لیکن چونکہ یہ دن رات کی ضرورتیں ہیں، کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں، اور کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں؟، تو قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز زندگی میں داخل ہو جاتی ہے، اور اضطراری بن جاتی ہے، اور وہ ایک طبعی امر بن جاتی ہے، تو اس کے ساتھ تفکر اور تدبر اور اس کے متعلق جو احکام ہیں، وہ نَسْياً مَنْسِيًّا ہو جاتے ہیں۔

تو ہم بچوں کو بسم اللہ اسی سورت سے کراتے ہیں، لیکن کتنے آدمی ہیں جنھوں نے سوچا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیوں فرما رہا ہے: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ، 'پڑھیے لیکن اپنے اس پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھیے جس نے پیدا کیا، اور پھر اس کے بعد یہ فرمادیا: ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ، اس میں بھی ایک بہت بڑی حکمت ہے کہ اس پڑھنے کے ساتھ مغرور نہیں ہونا چاہیے، پڑھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم عالم بن گئے، ہم بڑے دانشور بن گئے، ہم صاحب علم بن گئے، ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ، یہاں انسان کی بہت ہی تعریفیں کی جاسکتی تھیں، وہ اشرف المخلوقات ہے، کوئی شبہ

Marfat.com

نہیں، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا مورد اور مقام ہے، اور ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (سورۃ الضحی: ۱۱)، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا انسانوں پر اپنے انعامات گنائے ہیں، لیکن یہاں پر بجائے ایسی چیز کے بیان کرنے کے جس سے انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا بلکہ خود پسندی پیدا ہو، اور غرور پیدا ہو۔ جس نے آج یورپ کو، امریکہ کو، نئی دنیا کو، مغربی دنیا کو، اور جس کے ہاتھ میں اس وقت فکری قیادت ہے، اور سائنسی قیادت ہے، اور سب قیادتیں ہیں، اس کو جس نے اس انسانیت کی تباہی کے راستے پر، انسانیت کشی کے راستہ پر ڈال دیا ہے، وہ ہے اس کا اپنی قابلیت کا احساس کرنا، اپنی معلومات پر ناز کرنا، بلکہ یہ کہا: ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ پڑھو اپنے رب کے نام سے، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اس نے انسان کو پیدا کیا، مِنْ عَلَقٍ، خون کے ایک لوتھڑے سے، تو کبھی اس علم کے پڑھنے کے بعد غرور نہ کرنا، کبھی یہ نہ سمجھنا کہ ہم آسمان پر پہنچ گئے، ہم ستاروں تک پہنچ گئے، لوگ ستاروں تک پہنچے ہیں اور تصویریں لی ہیں، اور سب کچھ ہے، لیکن ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ اپنی جگہ پر ہے، وہ حقیقت ہے، ابتدا یہاں سے ہوتی ہے، پھر چاہے وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے، چاہے ستاروں تک پہنچے، لیکن ہے وہ انسان، جو کہ خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا گیا ہے، اور یہی انسان کو علم کے ساتھ اور حصول کمال کے ساتھ اور طاقتوں کے حصول کے ساتھ اور بہت سے عناصر جو ہیں، کائنات میں جو طاقتیں ہیں، طبعی طاقتیں ہیں، فضائی طاقتیں ہیں، ان سب پر قابو پانے کے بعد بھی جو چیز انسان کو بچا سکتی ہے، وہ اس کی خود شناسی ہے، اپنی حقیقت کو پہچاننا ہے، میں جو کچھ کرلوں، چاہے ستاروں تک پہنچوں، اور چاہے میں ایٹم بم بناؤں، اور چاہے میں ایک منٹ میں شہر کے شہر کو تباہ کردوں، مگر میں وہ ہوں ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ جب علم کے ساتھ یہ دونوں چیزیں ہوں گی، اور میں آگے بڑھ کر کہتا ہوں نظام تعلیم کے ساتھ خدا کا نام ہوگا، اور یہ ہوگا کہ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ وہ ہمارا خالق ہے، اور یہ کہ جس نے انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا، ایک طرف اپنی حقیقت واضح ہوگی، ایک طرف خدا کا یہ احسان کہ اس علم کا رشتہ، اس علم کا یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے ارادۂ الٰہی پر اور انعام الٰہی پر، اور اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا کیا ہے، یہ ہم اپنے ماں کے پیٹ سے نہیں

Marfat.com

لائے ہیں، محض اپنے تجربات سے اور اپنی ذہانت سے نہیں پیدا کیا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جس نے کہ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾۔

﴿اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ پڑھیے، لیکن آپ کا پروردگار اَلْأَکْرَمُ ہے، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفت بیان کی، سب میں ایک ایک لفظ معجزہ ہے، اگر آپ اس پورے سلسلے پر غور کریں، تو معلوم ہو کہ (یہ ایک سلسلۃ الذہب کہنا توہین ہے) یہ سارے کے سارا معجزات کا ایک مجموعہ ہے، ایک لفظ بھی اس میں زائد نہیں، ایک لفظ بھی اس میں بے محل نہیں، ایک لفظ بھی اس میں خلاف واقعہ نہیں، بلکہ ہر لفظ میں علاج ہے، ہر لفظ میں حفاظت کا سامان ہے، ہر لفظ میں کائنات اور نوع انسانی کے وجود کی ضمانت ہے، ہر لفظ میں انسانی ذہن کی رہنمائی کا سامان موجود ہے، ایک لفظ زائد نہیں، نہ عربی کے لحاظ سے، نہ معنوی لحاظ سے۔

﴿اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾، پڑھیے اور آپ کا پروردگار اَلْأَکْرَمُ ہے، آپ کا علم جو ہے، اے یونیورسٹی میں تعلیم پانے والو! اے پڑھانے والے پروفیسرو! اے اسکالرس، یورپ کے اور امریکہ کے بڑے سے بڑے اسکالرس، اور بڑے سے بڑے مصنفین اور فن تعلیم پر کتابیں لکھنے والو! اس کو کبھی نہ بھولنا کہ ﴿وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ تمہارا رب اُکرمُ ہے، تم لَئِیم نہ بنو، جب تمہارا رب اکرم ہے، تو تم انسانوں کے حق میں لئیم نہ بنو، اس لیے کہ اُکرمُ سے علم حاصل کرکے اُلأمُ بن جانا، سب سے کمینہ بن جانا، یہ نعمت کی سب سے بڑی ناشکری ہے۔

پورے نظام تعلیم میں کرم کا عنصر شامل ہونا چاہیے

تو اللہ نے اپنی صفات میں بھی ان صفات کا انتخاب کیا ہے کہ جو تعلیم دینے والی ہیں، اور جو رفاقت کرنے والی ہیں اس پورے علمی سفر میں، تجرباتی سفر میں، انکشافی سفر میں، سائنسی تحقیقی سفر میں، قدم قدم پر دہ حفاظت کرنے والی ہیں، اور آج یورپ کی بلکہ دنیا کی بدقسمتی یہ ہے کہ علم ہے لیکن اسم نہیں ہے، علم ہے لیکن اپنی حقیقت کا علم نہیں ہے کہ ہم 'مِنْ عَلَقٍ' عَلَق سے پیدا کیے گئے ہیں، آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے اٹامک انرجی معلوم کی، اور ہم نے یہ انکشافات کیے، اور میں تو خدا کی (اگر خدا پر ایمان رکھتا ہے) سب سے اونچی مخلوق ہوں، وہ

Marfat.com

اپنے آغاز کو بھول جاتا ہے، اور جہاں آدمی اپنے آغاز کو بھولا، اور اس نے ٹھوکر کھائی۔

تو اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾، اپنی صفتوں میں سے اَلْأَقْدَر کہہ سکتا تھا، أَعَز بھی کہہ سکتا تھا، اور کتنے نام ہیں، خود اسمائے حسنیٰ میں ایسے نام ہیں جو خدا کی قوت، اس کی الٰہی طاقت کو، اور اس کی وسعت علم کو، اور اس کی قدرتِ کُنْ فَیَکُوْنُ کو بیان کر سکتے تھے، لیکن یہاں پر ﴿الْأَكْرَمُ﴾ کا لفظ استعمال کیا، تاکہ انسان کے اس علمی سفر میں، اور تحقیقات کے سفر میں، انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں، اور انتظام مملکت میں، اور تعمیر انسانیت کے کام میں، خدا کا 'اکرم' ہونا پیش نظر رہے، جب خدا 'اکرم' ہے اور اس نے یہ علم عطا کیا ہے، تو ہمارے اندر بھی 'کرم' ہونا چاہیے، ہم 'اکرم' کی مخلوق ہیں، 'اکرم' کے پیدا کیے ہوئے ہیں، اور 'اکرم' ہی کے پڑھائے ہوئے ہیں، اور 'اکرم' ہی کے سکھائے ہوئے ہیں۔

اس لیے ہمارے پورے علم کے نظام میں، ہمارے پورے نظام تعلیم میں، نظام تربیت میں، نظام اخلاق میں، ہمارے نظام فکر میں کرم کا عنصر شامل ہونا چاہیے، آج ساری بدقسمتی یہ ہے کہ یورپ سے جو نظام تعلیم آیا، اس میں کرم کا عنصر نہیں، اس میں لؤم کا عنصر ہے، اس میں ظلم کا عنصر ہے، بہیمیت کا عنصر ہے، سَبُعیت کا، درندگی کا عنصر ہے، تعمیر نہیں ہے، تخریب ہے، انسان دوستی نہیں، انسان دشمنی ہے، تو یہ پوری آیت گویا ایک تعلیم کی بنیاد اور اسلامی تعلیم کا تخیل پیش کرتی ہے، اس آیت میں اس علم کا مزاج بتایا گیا ہے جو خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، یعنی صحیح بات یہ ہے کہ اس سے اس علم کا مزاج معلوم ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کے ذریعے سے ملتا ہے۔

اس لیے یہ مدارس اسلامیہ، مکاتب اسلامیہ جو قائم کیے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ جیسے عزیز گرامی مولوی سلمان نے کہا کہ اسکول، یہ پرائمری اسکول، اور ہائی اسکول وغیرہ بھی جو قائم کیے جائیں، وہ سب بے شک قائم ہوں، ان کے جواز میں کوئی شک نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اسم رب کے ساتھ ہوں، یعنی وہاں پر چاہے اس کے لوگو (Logo) میں نہ لکھا جائے، لیکن پڑھانے والوں کے دل پر لکھا ہوا ہو، اور پڑھنے والوں کی نگاہوں کے سامنے ہو کہ خدا کے نام کے ساتھ ہمیں اپنا یہ علمی سفر شروع کرنا چاہیے، یہ علمی سفر بسم اللہ سے

Marfat.com

شروع کرنا چاہیے، یہ ہم آپ سب جانتے ہیں، ہماری زبان کا محاورہ ہے، جو کام کرو بسم اللہ سے کرو، اللہ کے نام سے کرو، لیکن نظام تعلیم میں آ کر اور جتنا وہ اونچا ہوتا جاتا ہے اتنی ہی یہ حقیقت فراموش ہوتی جاتی ہے کہ یہ سب خدا کے نام سے ہونا چاہیے، خدا کی ہدایت کے مطابق ہونا چاہیے، خدا کے احسانات کو مانتے ہوئے، جانتے ہوئے، اور سمجھتے ہوئے، اس کا شکر ادا کرتے ہوئے ہونا چاہیے، اور ہمیں اپنی نوع انسانی، انسانی برادری کے معاملہ میں کریم ہونا چاہیے، کریم النفس ہونا چاہیے، لئیم النفس نہیں ہونا چاہیے، ہمیں درندہ صفت نہیں ہونا چاہیے، ہمیں رحم دل ہونا چاہیے، خیر خواہِ انسانیت ہونا چاہیے، بہی خواہِ انسانیت ہونا چاہیے۔

بس اس طرح جب اس نیت کے ساتھ، اور اس فکر کے ساتھ، اور اس آغاز کے ساتھ مدرسے قائم کیے جائیں گے، اور وہ قائم ہوں گے، تو ان سے تخریب کا اندیشہ نہیں، ان سے ضلالت کا اندیشہ نہیں، ان سے ہدایت کی امید ہے، اور ایسے تعلیم یافتہ عناصر فرزندوں کے نکلنے کی امید ہے۔ کہ جو خدا سے بھی ڈریں گے، اور انسان سے محبت کریں گے، اور وہ تعمیری ذہن رکھتے ہوں گے، اور وہ بہی خواہ انسانیت ہوں گے، خادم انسایت ہوں گے، دولت ان کا معبود نہیں ہوگی، عزت ان کا معبود نہیں ہوگی، حکومت ان کا معبود و مقصود نہیں ہوگی، ان کا مقصود اللہ کی رضا ہوگی، اور نبی کی خوشنودی اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا، اللہ ہم کو آپ کو سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (۱)

(۱) یہ تقریر ٹیپ رکارڈ سے قلمبند کر کے شامل کی گئی۔

Marfat.com

جو علم خدا کے نام کے بغیر ہو

وہ انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گا (۱)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ٥ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورۃ العلق: ۱-۵)

بزرگو، دوستو اور بھائیو! ابھی ہم نے آپ کے سامنے جو آیتیں پڑھی ہیں وہ سورۂ اِقرأ کی آیتیں ہیں، عرصہ سے دستور چلا آرہا ہے کہ جب تسمیہ خوانی بچہ کی ہوتی ہے تو اسی آیت کو پڑھایا جاتا ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے اس مدرسہ کی عمارت کے افتتاح میں ایک بچی کو مندرجہ بالا آیت پڑھا کر آرہا ہوں، میں آپ کے سامنے اس سلسلہ میں کچھ حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

رب کے نام کے ساتھ تعلیم وتعلم

حضرات! یہ بات بڑے سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اشارے اور الہام سے نبوت کا منصب جب ملنے والا تھا، اس وقت حالات کے تقاضے، مکہ مکرمہ، جزیرۃ العرب اور ساری دنیا کے حالات کو دیکھ کر جو تڑپ آپ کے اندر پیدا ہوئی، اور پھر اس سوچ، بے چینی اور فکر نے آپ کو غار حراء میں کئی کئی دن عبادت کرنے پر مجبور کر دیا، اور جب اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد پہلی مرتبہ آسمان کا زمین سے وحی کے ذریعہ پہلا تعلق قائم ہو رہا ہے، اس وقت

(۱) ۱۹۹۳ء میں مدرسہ ہدایت العلوم، صحبتیا باغ (لکھنؤ) کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر کی گئی تقریر۔

Marfat.com

اگر تمام دنیا کے ذہین ترین دانشوروں، مفکروں، معلموں، فلسفیوں اور جینیس ترین انسانوں سے کہا جاتا کہ آپ غور و فکر کر کے بتائیے کہ پانچ سو سال بعد پہلی مرتبہ وحی آنے والی ہے، ایسے موقع پر اس دنیا کو کیا پیغام ملنے والا ہے؟ اس کو کس بات کی تعلیم دی جانے والی ہے؟ آپ کے سامنے ساری دنیا کے حالات ہیں، پوری نوع انسانی کی بیماری، اس کی جہالت، ناسمجھی، خالق کائنات سے ناواقفیت، کروڑوں معبودوں کی پرستش ہو رہی ہے، تمام لوگوں پر گویا شرک کا شامیانہ سا تنا ہوا ہے، یہ وحی ایسے ملک میں نازل ہو رہی ہے جو ناخواندہ ہے، جس پر یہ وحی نازل ہو رہی ہے وہ خود بھی ناخواندہ اور اُمی ہے، اس کی پوری قوم اَن پڑھ ہے، یہودیوں نے بھی ان کو اُمیین کے لقب سے پکارا ہے اور کہا ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ (آل عمران: ۷۵)، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی کے لقب سے نوازا ہے جو آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، ایسے موقع پر ذہن ترین انسان بھی یہ پیشین گوئی نہیں کر سکتے تھے کہ پہلی وحی میں "اِقْرَأْ"، علم اور قلم کا تذکرہ ہوگا، اس لیے کہ پورے مکہ مکرمہ میں بڑی مشکل سے تلاش بسیار کے بعد بھی شاید دو چار قلم مل سکتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو وہ آپ کو اپنے عزیز ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جن کے متعلق اس وقت کہا جاتا تھا کہ وہ لکھتے پڑھتے تھے، گویا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ وہ پڑھے لکھے تھے، ایسے ناخواندہ ماحول میں ایک اُمی پر وحی کا جو پہلا لفظ نازل ہوتا ہے، وہ "اِقْرَأْ" کا لفظ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب جو دور آنے والا ہے وہ پڑھنے لکھنے کا دور آنے والا ہے، علم اور قلم کا عہد شروع ہونے والا ہے، لیکن صرف پڑھنا کافی نہیں کہ بعض اوقات صرف پڑھنے نے زہر کا کام کیا ہے، اس پڑھنے نے فکری غارت گری، انسانی غارت گری اور وحشت و بربریت سکھائی ہے، جنگوں کا طریقہ سکھایا ہے، ہزاروں، لاکھوں انسانوں کو ایٹم بم اور زہریلی گیس کے ذریعہ مارنے اور انسانی آبادی کو تہس نہس کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے، علم کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس سے انسانیت کی تباہی و بربادی کے بہت سے کام لیے گئے، اب بھی سائنس اور ٹکنالوجی سے انسانوں کو تباہ و برباد کرنے کا

Marfat.com

کام لیا جا رہا ہے، اس لیے خالی علم معتبر نہیں، یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے، اس نے پہلا لفظ ''اِقْرَأْ'' کہا، آپ پڑھیے، اب پڑھنے کی ضرورت ہے، علم کو دنیا میں پھیلنا چاہیے، علم صحیح علم توحید، علم ربانی، علم اخلاق، علم خود شناسی و خدا شناسی، جس علم میں یہ نہ ہوں وہ علم معتبر نہیں، آج دنیا میں جو تباہی و بربادی آ رہی ہے، یہ انسان کشی ہی نہیں، قوموں کی قومیں اور ملکوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے جو ایٹم بم ایجاد ہوئے ہیں، جرائم کے لیے جو ایجادات ہو رہی ہیں، وہ سب اس علم کا کارنامہ ہے جو خدا کے نام کے بغیر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ''اِقْرَأْ'' کے ساتھ یہ شرط لگاتا ہے کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے گا جب اس علم کا فائدہ ہوگا۔

علم تخریب کا ذریعہ کیوں بنا؟

میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں انصاف کے ساتھ تاریخ لکھی جائے اور یہ تحقیق کی جائے کہ علم نے کب اپنا راستہ بدلا؟ وہ کب تعمیر کے بجائے تخریب کا ذریعہ بنا؟ تو ایک منصف آدمی یہ بتائے گا کہ جب سے علم کا رشتہ خالق اور مالک اور رب کائنات سے ختم ہو گیا، جب ہی سے یہ تباہی و بربادی آئی، جو علم اللہ کے نام سے الگ ہو کر چلا وہ قابل اعتبار نہیں رہا، اس علم سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے، تو پہلی بات تو یہ معلوم ہو کہ ہمارا خالق کون ہے، ہمارا مالک اور پالن ہار کون ہے؟ بڑے بڑے دانشوروں، معلموں اور فلسفیوں کو جب یہ نہیں معلوم کہ ان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے؟ ہمارا خالق ہم سے کیا چاہتا ہے؟ وہ ہمیں کس راستہ پر لگانا چاہتا ہے؟ وہ ہمیں کون سا عقیدہ دیتا ہے؟ اس کائنات، عام انسانوں اور اس دنیا اور اس کے انجام کے متعلق اور اپنی ذات کے متعلق ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہیے؟ جب ان بنیادی سوالات کا صحیح علم نہ ہو تو پھر اس علم کا فائدہ کیا؟ ہم کو یہ تو معلوم ہو کہ اس زہر میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک منٹ میں سیکڑوں انسانوں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے، لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا کون ہے؟ ہماری صلاحیتیں اور ارادے سب اس کے قبضے میں ہیں، وہ عالم الغیب ہے، تو اس علم کا کوئی فائدہ نہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کہتا ہے: پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا خون کے ایک لوتھڑے سے، جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا وہ انسان کس طرح اپنی حقیقت کو فراموش کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور پھر خوں ریزی اور جبر و تشدد کا بازار گرم کر دیتا ہے، آج انسان اپنی حقیقت بھولتا جا رہا ہے، آج یورپ و امریکہ اس حقیقت کو بھولتے جا رہے ہیں، ہمارا ہندوستان بھی اب اس حقیقت کو بھولتا جا رہا ہے، حالانکہ یہاں اس کے جاننے کے ذرائع جتنے پہلے تھے، اتنے اب بھی ہیں، پھر جب اسلام آیا تو گھر گھر یہ بات پھیل گئی۔

امت کا رشتہ قلم کے ساتھ مربوط ہے

آپ دیکھیے کہ اس امت نے تھوڑی سی مدت میں کتنے بڑے بڑے کتب خانے قائم کر دیے، یورپ کے بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس درجنوں کی تعداد میں بھی کتابیں نہیں تھیں، لیکن جب سے مسلمانوں میں کتب خانوں کا رواج ہوا تو ہر فن میں انھوں نے ہزاروں اور لاکھوں کتابیں تیار کر کے پوری دنیا میں پھیلا دیں، یہ سب قلم اور علم کی بدولت ہوا، پہلی وحی نے یہ بتا دیا کہ اب علم اور قلم کا دور شروع ہونے والا ہے اور اس امت کا رشتہ قلم کے ساتھ قائم رہے گا، ہزاروں انقلابات آئیں گے لیکن مسلمانوں کا رشتہ قلم سے کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

ہندوستان ہی کو دیکھ لیجیے، مسلمانوں میں کتنے بڑے بڑے مصنفین اور مفکرین پیدا ہوئے، حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، پھر اردو ادب و شاعری کی تاریخ میں علامہ اقبالؔ جیسے شاعر و فلسفی و مبصر و مفکر کو دیکھ لیجیے کہ دنیا ان کے کلام پر سر دھن رہی ہے۔

بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا

حضرات! آج پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کا مخصوص کلچر ختم ہو جائے، علم سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے، اردو سے وہ ناواقف رہیں، اپنے مخصوص عقیدے اور اسلامی

Marfat.com

تہذیب سے ان کا واسطہ ختم ہو جائے، اس کی پوری تیاری کر لی گئی ہے کہ مسلمان فکری و اعتقادی اور تہذیبی ارتداد میں مبتلا ہو جائیں، اس کا پورا منصوبہ تیار ہے، ایسے سنگین حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کریں، محلوں اور مساجد میں صباحی و شبینہ مکاتب قائم کیے جائیں، یہ امت محمدی ہے، علم اور قلم سے اس کا رشتہ جوڑ دیا گیا ہے، بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا، قرآن و حدیث کے ذریعہ ہمیں جو حقائق بتائے گئے ہیں، ان کے جانے بغیر یہ دین نہیں رہ سکتا، بعض مذاہب اور ان کے پیشوا چاہتے ہیں کہ علم پھیلنے نہ پائے کہ علم میں ان کو اپنی موت نظر آتی ہے، اسی کی مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اس واقعہ سے دیا کرتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ ایک بار مچھروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں مقدمہ دائر کیا کہ ہوا کی وجہ سے ہم کو پریشانی ہوتی ہے، اور ہم کہیں ٹھہر نہیں پاتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہوا کو حاضر کیا جائے، جب ہوا دربار میں حاضر ہوئی تو مچھر اڑ گئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ جب تک مدعی نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں ہو سکتا، یہی حال علم کا ہے کہ جب تک علم صحیح نہ ہوگا اس وقت تک یہ دین باقی نہیں رہے گا۔

ہمارا اور آپ کا بنیادی کام

حضرات! اب ہمارا اور آپ کا بنیادی کام یہ ہے کہ علم دین کو پھیلانے کے لیے یا مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے کے لیے، آئندہ نسلوں کے دین اور عقیدے اور تہذیب اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور بقاء کے لیے بڑے پیمانے پر دینی مکاتب اور مدارس قائم کریں، اپنے بچوں کو کفر و ایمان کا فرق بتائیں، شرک و بت پرستی کی شناعت ان کے دل و دماغ میں بٹھا دیں، اور اس بات کی ضمانت حاصل کریں کہ ہمارے بچے آئندہ اسلام پر قائم رہیں گے۔ (۱)

---

(۱) پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ (شمارہ ۲۵ رجولائی ۱۹۹۳ء)۔

Marfat.com

علم کا رشتہ

رب کے نام سے جوڑنا ضروری ہے (۱)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورۃ العلق:۱-۵)

امت کی قسمت علم سے وابستہ ہے

میرے بھائیو اور دوستو!

میں نے اس مدرسہ کی مناسبت سے آپ کے سامنے یہ آیتیں پڑھی ہیں، بڑے سوچنے کی بات ہے کہ جب کوئی چیز سامنے سے بار بار گزرتی رہتی ہے، خواہ وہ کوئی عمارت ہو، خواہ کوئی درخت ہو، خواہ کوئی تختہ آویزاں ہو، یا کوئی چیز بھی ہو، آدمی توجہ نہیں کرتا، گزر جاتا ہے، اس میں سوچنے کی بات ہے کہ تقریباً پانچ سو برس کے بعد آسمان کا رشتہ وحی کے ذریعہ سے، پیغام ربانی کے ذریعہ سے، اور ایک نئے دین کی شکل میں زمین سے قائم ہو رہا ہے، اور حضرت مسیح سیدنا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو زمین سے آسمان پر گئے ہوئے پانچ سو برس سے زائد گزر گئے ہیں، اب اس کے بعد انسانیت کو اللہ کی طرف سے ایک نیا پیغام مل رہا ہے، اگر اس وقت کے بڑے بڑے دانشوروں سے، بڑے بڑے انٹلکچول (Intellectual) اور بڑے بڑے اہل دماغ سے پوچھا جاتا کہ یہ بتائیے کہ آسمان سے اہل زمین کے نام پیغام آنے والا ہے، اس میں کیا کہا جائے گا؟ تو لوگ کہتے کہ عقائد کی بات ہوگی، ایمانیات کی بات ہوگی،

(۱) ۱۷ رجون ۱۹۹۶ء کو بنگلور میں جامعہ اسلامیہ - دار ارقم کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر کی گئی تقریر۔

Marfat.com

عبادات کی بات ہوگی، اس میں باہمی تعلقات کی بات ہوگی، لیکن کسی کا ذہن اس طرف نہ جاتا کہ ایک ایسے ملک میں جہاں قلم ڈھونڈھنے سے ملتا، میں ایک عربی زبان کے طالب علم اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اگر مکہ معظّمہ میں ڈھونڈھا جاتا تو اس وقت شاید تین چار قلم سے زیادہ نہ دیکھنے کو ملتے، اور یہ قوم جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا، آخری زمانہ تک کے لیے، ساری دنیا کے لیے وہ قوم ان پڑھ کے نام سے، Illiterate کے نام سے مشہور تھی، چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے: ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ﴾ (سورۃ آل عمران: ۷۵) ان عربوں کے ساتھ جو معاملہ کرو، مارو، پیٹو، جو چیز چھین لو، کوئی گناہ نہیں، کوئی پکڑ نہیں، یہ سب ان پڑھ ہیں، یہ جانوروں کی طرح ہیں، کوئی بیل کو مارے، کوئی بکری کو ہانک کر لے جائے، یا اس کو کوئی تکلیف پہنچائے، کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، اور خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ "وہ جس نے ان پڑھوں میں اپنا ایک رسول بھیجا"، اور ایک ان پڑھ قوم سے کیا کہا جائے گا؟ کیا کیا لوگ سوچتے اور کیا کیا کہتے، پہیلیاں بجھاتے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو شروع کیا "اِقْرَأْ" کے لفظ سے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس امت کا دامن علم سے قیامت تک کے لیے باندھ دیا گیا ہے، اس امت کی قسمت علم سے وابستہ کی گئی ہے، اور کبھی اس علم سے اس کا رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، کوئی ملک ہو، کوئی زمانہ ہو، کوئی تہذیب ہو، کوئی فتح ہو، لیکن یہ امت جہاں بھی ہے، مسلمان جہاں بھی رہتے ہیں، ان کو پڑھنے کی ضرورت ہے، اپنے بچوں کو پڑھانے کی ضرورت ہے، مدرسوں کو قائم کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ اس امت نے علم کی ایسی خدمت کی ہے اور ایسے کتب خانے تیار کر دیے ہیں کہ ایک بڑی تعداد میں اور ایک بڑی مقدار میں موجود ہیں، اور دنیا کے اندر خود مغربی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے کہ اس قسم کے مدارس کا سلسلہ کبھی کسی قوم میں نہیں رہا، اور ایسی کتابوں کا ذخیرہ بھی کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی ہے، پہلی وحی ربانی جو نازل ہوئی اس میں کہا گیا کہ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ پڑھو، خطاب کس کو ہے؟ خود نبی امی کو، جو خود پڑھے ہوئے نہیں ہیں، ﴿اِقْرَأْ﴾ پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھیے جس نے پیدا کیا، اس وقت موقع نہیں ہے ورنہ میں تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے بتاتا کہ دنیا میں فساد اس وقت آیا جب سے علم کا رشتہ اسم سے ٹوٹ گیا۔

Marfat.com

علم اور اسم

اللہ تعالیٰ نے علم اور اسم کو جوڑ دیا ہے، لہٰذا علم کو بسم اللہ سے شروع ہونا چاہیے، یعنی علم کو، کتاب کو، مدرسہ کی تعلیم کو، بسم اللہ سے شروع ہونا چاہیے، اور اس وقت سے دنیا میں علم بجائے فائدہ پہنچانے کے نقصان پہنچا رہا ہے، جب سے اس کا رشتہ اللہ کے نام سے ٹوٹ گیا اور دوسری چیزوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا، طاقت کے ساتھ، سیاست کے ساتھ، شہرت کے ساتھ، دولت کے ساتھ، عزت کے ساتھ، ناموری کے ساتھ، اس وقت سے علم میں برکت نہیں رہی، تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی سے فرماتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ! پڑھیے لیکن اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے، اگر رب کے نام کو چھوڑ کر آپ نے پڑھا، یا اور کسی نے پڑھا تو اس کو فائدہ نہیں پہنچے گا، ﴿بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ اس میں ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ جو ہے وہ وحی کا لفظ ہے اور حکمتوں سے بھرا ہوا ہے، پڑھیے ﴿بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے، لیکن اپنی ہستی نہ بھولیے، یہ نہ بھولیے کہ آپ ہیں کون؟ آج دنیا میں جو کچھ فساد ہے، آج یورپ اور امریکا بڑے پڑھے لکھے ملک ہیں، لیکن ان کے علم سے فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، بلکہ نقصان پہنچ رہا ہے، اس لیے کہ وہ اپنی ہستی کو بھول گئے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں، ہم تو ہوا میں اڑتے ہیں، اور پانی پر چلتے ہیں، اس کی وجہ سے ان کے علم کا رشتہ اسم سے ٹوٹ گیا، ان کا رشتہ اپنے خالق سے ٹوٹ گیا، اب علم میں کوئی برکت نہیں، آپ وہاں جا کر دیکھیے، بڑا علم ہے، بڑے بڑے پریس اور بہت بڑے بڑے نشر و اشاعت کے ذرائع ہیں، لیکن ہدایت نہیں ہے، خدا کی صحیح معرفت نہیں ہے، خدا کا خوف نہیں ہے، بقول فلسفی کہ ایک شخص نے کتاب لکھی ہے، جس میں لکھا ہے کہ ہندوستان سے ایک فلسفی صاحب آئے تو وہاں کے ایک شخص نے ان سے کہا: دیکھیے صاحب! ہم تو ہوا میں اڑنے لگے ہیں، اتنی دیر میں ہم فلاں جگہ پہنچ جاتے ہیں، ہم پانی پر چلنے لگے ہیں اور ہم بے

Marfat.com

خوف وخطر سمندری سفر بھی کر لیتے ہیں، فلسفی نے جواب دیا: مگر زمین پر آدمیوں کی طرح چلنا کبھی نہیں آیا۔

بغیر اسم کے علم ظلمت ہے

تو آخری بات یہی ہے کہ جو لفظ ہے وہ بالکل معجزہ ہے، وحی ہے، پڑھیے مگر اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے، بغیر اللہ کے نام کے اگر آپ پڑھیں گے اور اللہ کو خالق اور رازق سمجھے بغیر پڑھیں گے، تو اس علم سے فائدہ نہیں ہوگا، اس سے نور نہیں پھیلے گا، ظلمت پھیلے گی، اس سے اپنی ہستی کو مت بھولیے گا، آج تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہی ہو رہا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے اونچے لوگ ہیں، بڑی اونچی مخلوق ہیں، بڑے ذہین ہیں، لیکن قرآن کہتا ہے کہ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ اللہ نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب تو بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا، تو قلم کی بھی بہت بڑی اہمیت بتائی گئی، تو یہ سب مدرسے قلم ہی سے چل رہے ہیں، قلم سے لکھنے کے بعد ہی کوئی چیز پڑھی جاتی ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔

اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے، آپ بہت سن چکے ہیں، اسی لیے ہم اس دعا پر اپنی تقریر کو ختم کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کی بنیاد اس جنگل میں ڈال رہا ہے، اللہ اس جنگل کو منگل نہیں، اس جنگل کو جمعہ بنادے، اللہ تعالیٰ یہاں سے ہدایت پھیلائے، نور پھیلائے، اپنا علم پھیلائے، اپنے نبی کی محبت کا فیض پھیلائے، اور شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔!!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ.(۱)

(۱) پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، لکھنؤ (شمارہ ۲۵ رنومبر ۱۹۹۶ء)۔

Marfat.com

انسانیت کے زوال کا سبب

علم سے اللہ کے نام کا جدا ہونا (۱)

حضرات! میرے لیے یہ خوشگوار اور مسرت بخش انکشاف ہوا کہ میں اس موقع پر آج یہاں حاضر ہوا، مجھے بتایا گیا کہ اس گنہگار کے ہاتھوں سے جس عمارت کی بنیاد رکھی گئی تھی، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے بعد یہ بنیاد اتنی بلند ہوگی اور ایسی وسیع ہوگی جو اس وقت ہمارے اور آپ کے سامنے ہے، اس وقت میں اپنے عزیز رفقاء اور ساتھیوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔

دنیا خطرہ سے دوچار کیوں؟

بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اس میں جو روح کام کر رہی ہے، وہ حقیقت پسندی، تعمیری ذہن اور علمی تقاضوں کو پورا کرنے کا جذبہ ہے، علوم کے پیدا ہونے اور پھیلنے اور ترقی اور پھلنے پھولنے کے باوجود اس وقت دنیا خطرہ سے دوچار ہے، اور وہ خطرہ ایسا ہے کہ جس طرح سے تلوار لٹک رہی ہو کسی کے سر پر، عالم انسانی پر، آج ساری مالی ترقیات اور جدید ترین انکشافات کے باوجود پوری انسانیت جو خطرے میں ہے، اس کا راز یہ ہے کہ خدا نے علم کو اسم کے ساتھ جوڑا تھا، خدا کے آخری نبی خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ اپنے اندر تفکر، تدبر، بصیرت، دانش، ذہانت اور عظیم ترین صلاحیت رکھتی ہے، دنیا کے اخلاقی احساس کا، خدا نے علم کو اسم کے ساتھ جوڑا تھا، اور خدا نے جو پہلی آیت نازل کی تھی وہ یہ ہے: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ اس میں سمجھنے، سوچنے

(۱) انسٹیٹیوٹ آف انٹگرل ٹیکنالوجی، (لکھنؤ)۔ جس کی بنیاد حضرت مولانا کے ہاتھوں ۱۹۹۳ء میں رکھی گئی تھی۔ کی نئی بلڈنگ میں کمپیوٹر سنٹر کا افتتاح کرنے کے وقت کی گئی تقریر۔

Marfat.com

اور بصیرت کا بہت بڑا سامان ہے، خدا نے انسانوں کو یہ سہولت عطا کی اور یہ طریقہ عطا کیا کہ وہ اپنی زندگی کی فکر کریں، اپنے اہل وعیال کی فکر کریں، اپنے ماحول کی فکر کریں، اور یہ سب اس کی مربوبیت کے سایہ میں ہو، وہ رب العالمین ہے، اس پر یقین کرنا چاہیے، اور اس کا اثر ہم پر ہونا چاہیے، لوگوں کی آسائش کا، لوگوں کے امن وامان کے ساتھ رہنے کا، زندگی سے لطف اٹھانے کا ان کو موقع دینا چاہیے، پہلی جو آیت نازل ہوئی نبی اُمی پر بلادِ اُمی اور عالمِ اُمی میں، وہ حکام کے یہاں ڈھونڈھنے سے نہ ملے گی۔

انسانیت کا زوال کب سے شروع ہوا؟

اور نبی سے صاف صاف کہا گیا، کہ کبھی آپ نے نہ پڑھا اور کبھی آپ نے نہ لکھا، اور کہا گیا کہ ﴿اِقْرَأْ﴾ اب جو امت پیدا ہوگی، وہ قرأت والی امت ہوگی، اور اس کا رشتہ علم کے دامن کے ساتھ باندھ دیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی جارہی ہے، جس کو اکثر قوموں نے نظر انداز کیا، اور ترقی یافتہ مغرب میں جب سے وہاں بیداری شروع ہوئی، ﴿اِقْرَأْ﴾ پڑھو، لیکن صرف پڑھنا کام نہیں آئے گا، بلکہ وہ علم بہت تخریبی بن جائے گا، وہ تخریبی ذہن پیدا کرے گا، اور انسانوں میں خود پرستی پیدا کرے گا، دوست پرستی پیدا کرے گا اور شہوانیت کی طرف لے جائے گا، ﴿اِقْرَأْ﴾ پڑھو، لیکن خالی ﴿اِقْرَأْ﴾ پڑھنا کام نہیں آئے گا، ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھو، دنیا میں اب اگر تاریخ منصفانہ طریقہ پر، حقیقت پسندانہ طریقہ پر لکھی جائے اور دیکھا جائے کہ دنیا میں انسانیت کا زوال کب سے شروع ہوا، تو یہ عنوان قرار دینا ہوگا: جب سے علم اور اسم کا رشتہ ٹوٹا، جب سے علم اسم سے آزاد ہوا اور انسان نے اسم کو بھلاتے ہوئے، فراموش کرتے ہوئے، انکار کرتے ہوئے، بلکہ بغاوت کرتے ہوئے کہ اس کائنات کا کوئی خالق نہیں ہے، اگر اس کائنات کا کوئی خالق ہے بھی تو اس کا مالک نہیں اور وہ اس کا منتظم نہیں ہے، وہ کریئیٹر (Creator) ہے، ایڈمنسٹریٹر (Administrator) نہیں ہے کہ یہ تاج محل ہے، دنیا کا شاہ جہاں بنا کر رخصت ہوا، اور جو انتظامی ڈھانچہ ہے اس کے رحم وکرم پر ہے، وہ جو چاہے سلوک کرے، وہ کچھ نہیں کہہ سکتا، یہ دنیا تاج محل نہیں ہے، قطب مینار نہیں

Marfat.com

ہے، بلکہ یہ خدا کا بنایا ہوا کارخانہ ہے، وہ تنہا چلا رہا ہے، اسی کا کام ہے ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ﴾ (سورۃ الأعراف: ٥٤) حکم دینا اور چلانا۔

اس وقت ضرورت تھی کہ ہمارے اس طرح کے ادارے، سائنٹفک ادارے، ٹکنالوجی کے ادارے، ایجوکیشن کے ادارے، انجینیر نگ کے ادارے اسی اسم کے ساتھ وابستہ ہوں، اور یہ کام وہی جماعت کرسکتی ہے جس کی بنیاد ہی اس صفت پر پڑی، اس کی زندگی اس کی تاریخ ہی سے شروع ہوئی، اور امت مسلمہ پیدا ہوئی وحی آسمانی سے، اور نبی امی کی رہبری سے، اور اس کے پیغام سے، اور اسی سے امت کی تاریخ شروع ہوئی ہے، اور اس کے مذہب کی بنیاد اس پر رکھی گئی ہے کہ علم کو اسم سے برابر جوڑے رہیں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

آج یورپ اور امریکہ میں جو المیہ پیش آیا، وہ انسانی المیہ ہے کہ اس وقت ان کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے دنیا کی اور وہ اس کی قیادت کررہے ہیں، فکری قیادت کررہے ہیں، اور علمی قیادت کررہے ہیں، سائنسی اور انتظامی قیادت کررہے ہیں، انھوں نے علم کا رشتہ اسم سے توڑ دیا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، ضرورت اس کی تھی کہ علم کو اسم کے ساتھ لے کر چلا جائے، علم اسم کی رہنمائی میں، اسم کے سایہ میں، اس کی سرپرستی میں آگے بڑھے اور اسم کی برکت بھی اس کے ساتھ ہو، تب جا کر ہماری ٹکنالوجی اور سائنس کی جتنی ہماری شاخیں ہیں اور جتنے تعمیری کام ہیں، اور تعمیری ادارے ہیں، اور ہماری دانش گاہیں ہیں، ہمارے تحقیق کے مراکز ہیں، وہ سب اسی وقت مفید ہوسکتے ہیں کہ جب اسم کے سایہ میں ہوں اور وہ اسم کو نہ بھولیں اور نہ بھولنے دیں، خدا کا شکر ہے کہ اس راستے میں مقامی طور پر یہ ایک قدم اٹھایا گیا ہے، لیکن یہ بہت مبارک قدم ہے، میں اپنے عزیزوں اور رفیقوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ قدم اٹھایا اور الحمدللہ ترقی کے آثار ہمارے سامنے ہیں، میں آپ کے سامنے موقع سے فائدہ اٹھا کر اتنا عرض کروں گا کہ میں علامہ اقبالؔ کے شعر کا پہلا مصرع نہیں، بلکہ دوسرا مصرع پڑھوں:

ع مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

Marfat.com

انسانی کمپیوٹر

حضرات! مجھے عزت بخشی گئی کہ میں کمپیوٹر کے سیکشن کا افتتاح کروں، میں آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کمپیوٹر کا کوئی تجربہ نہیں تھا، میں لکھنے پڑھنے والا آدمی ہوں، کتابوں اور قلم سے تعلق ہے، میں نے جب انگلی رکھی تو فوراً کچھ نقوش سامنے آ گئے، اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو درحقیقت اور خاص طور سے مسلمانوں کو کمپیوٹر ہی بنایا تھا، اس میں وہ سب چیزیں موجود تھیں، لیکن اس کی ضرورت تھی کہ انگلی رکھی جائے اور وہ چیزیں ابھر آئیں، اور وہ سامنے آ جائیں، وہ انگلی پیغمبر کی انگلی ہے اپنے زمانے میں، اور متبعینِ پیغمبر کی، نبی کے پیغام کو پہنچانے والوں کی انگلی اپنے اپنے زمانے میں، اور زمانے کے تقاضے کی انگلی جو قوم وملت کی ضرورت کی انگلی ہے، وہ بھی انگلی ہے اور وہ ایسی انگلی ہے جس نے قوم کو رخ دیا ہے، اور قوموں کو منزل تک پہنچایا ہے، وہ انگلی رکھی جائے اور نقوش ابھر کر سامنے آ جائیں۔

درسِ عبرت

افسوس ہے کہ آج انسان تو انسان خود مسلمان کمپیوٹر نہیں رہا، اس مسلمان میں اس کی صلاحیت باقی نہیں رہی، اور اس کے اندر اس کا شعور بھی باقی نہ رہا کہ ہم کس چیز پر مامور ہیں، ہمیں کیا چیز پلادی گئی ہے، ہمارے اندر کیا چیز سرایت کر گئی ہے، ہمارے اندر وہ اتار دی گئی ہے، وہ ہمارے دماغ اور ہمارے ذہن کا ایک جزو بن گئی ہے، عقیدہ تو عقیدہ، ہمارے فہم کا ایک جزو بن گئی ہے، جب اس پر اشارہ کیا جائے، جب اس کی تحریک پیدا ہو، ہمیں اپنے اندر کے خزانے کو فوراً باہر لانا چاہیے، آج جو کام کمپیوٹر کر رہا ہے، یہ کام مسلمانوں کو کرنا چاہیے تھا کہ جس وقت امرِ الٰہی ہو، اور جس وقت شرعی حکم سنایا جائے، اور جس وقت ملت کی ضرورت کا اظہار کیا جائے اور جس کو ملت خود پکارے اور ہمیں جیسا کہ بعض عزیزوں اور رفیقوں نے اس کا اظہار کیا اپنی تقریروں میں، یا جس کی ملت خود ضرورت پیش کر رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے،

Marfat.com

لیکن افسوس ہے کہ وہ انگلی نہیں اٹھتی جو کمپیوٹر پر لگے، اور اگر وہ انگلی نہیں اٹھتی تو وہ کمپیوٹر کام نہیں کرے گا، اور وہ چیز وہاں سے نہیں نکلے گی جس کی آج ضرورت ہے۔

اور یہ ادارہ جس شعور کے ساتھ اور جس عہد و معاہدہ کے ساتھ اور جس عزم و ارادے کے ساتھ قائم کیا گیا اسی فیصلہ واعلان کے ساتھ یہ ادارے قائم ہوں کہ ہم صرف فن نہیں سکھائیں گے، خداشناسی بھی سکھائیں گے، اور ہم جو علم دیں گے خدا کی معرفت اور اس کے وجود کے اقرار کے ساتھ، اس کے خالق کائنات اور قادر مطلق ہونے کے اقرار کے ساتھ، اور اسی کو راضی کرنے کا کام سب سے ضروری سمجھا جائے، اور اس کے پیغمبروں کے پیغام کے صرف احترام ہی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے، آج دنیا میں اسی چیز کی کمی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج امریکہ میں اور یورپ کے بعض دیگر ملکوں میں سارے وسائل ہونے کے باوجود مقصد حاصل نہیں ہورہا ہے، انسانوں کی خدمت نہیں ہورہی ہے، اور وہ حفاظت کا سامان نہیں ہے، بلکہ خطرہ پیدا ہورہا ہے۔

ماشاء اللہ کی کمی

میں نے واشنگٹن میں ایک تقریر میں کہا تھا، میں پہلے سے تیار نہ تھا، اور وہاں برابر دورے ہورہے تھے یونیورسٹیوں میں، تو میں نے سوچا کہ قاری صاحب جب آیتیں پڑھیں گے، اس دن اسلامی سنٹر میں میری تقریر تھی، واشنگٹن ڈی سی میں، تو میں نے کہا کہ قاری صاحب کی تلاوت سے مضمون حاصل کروں گا اور پیش کروں گا، قاری صاحب نے سورہ کہف کی آیت پڑھی، جس میں ایک باغ والے سے ایک ساتھی نے کہا: ﴿وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (سورۃ الکھف: ۳۹) اس نے کہا تھا: یہ میرا باغ ہے، اور ہمیشہ رہے گا، اور بڑے فخر سے کہا تھا اور بڑا غرور کیا تھا، تو اس کے مومن، صاحب ایمان دوست نے کہا کہ میرے بھائی! بہتر تو یہ ہوتا کہ جب تم اپنے باغ میں داخل ہوتے تو یہ کہتے: ﴿مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، سب اللہ کا دیا ہوا ہے، میں نے کہا: امریکہ میں سب کچھ ہے، لیکن "مَاشَاءَ اللّٰهُ" نہیں ہے، آج امریکہ

Marfat.com

میں سب کچھ ہے، لیکن ''مَاشَاءَ اللّٰهُ'' یاد دلانے والا نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے، آج امریکہ سب کچھ کرتا ہے، احسان بھی کرتا ہے، لیکن اس کا شکرانہ نہیں ادا ہوتا، اور اس کا جواب نہیں ملتا، اور پھر وہ نتائج نہیں ظاہر ہو رہے ہیں جو دنیا کے امن و امان کی شکل میں، رفاہ عام کی شکل میں اور ایک دوسرے پر اعتماد اور عزت کرنے کی شکل میں ہونا چاہیے، اس لیے کہ اس کے ساتھ خلوص نہیں ہے، اس میں ایمان کی وہ چنگاری نہیں ہے، وہ ایمان کا محرک نہیں ہے۔

اسم الٰہی کا سایہ

ہم نے کہا: آج امریکہ میں سب نعمتیں موجود ہیں، اور ہر طرح کی راحت کے سامان موجود ہیں، لیکن حقیقت میں وہ راحت حاصل نہیں جو ہونی چاہیے، اس لیے کہ ماشاء اللہ نہیں ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ ادارے قائم ہوں، لیکن ماشاء اللہ کے سائے میں، اسم الٰہی کے سائے میں قائم ہوں، علم و اسم مل کر چلیں، میں آج صاف کہتا ہوں اگر چہ یہ محدود مجلس ہے اپنے دوستوں و رفقاء کی، یہ بات دنیا کے بہت بڑے، وسیع ترین اور بلند ترین پلیٹ فارم پر کہنے کی ہے کہ جب تک علم و اسم ساتھ نہیں ہوں گے، دونوں کا جوڑ نہیں ہوگا، اور جب تک علم اسم کے سایہ میں نہیں ہوگا، اس وقت دنیا تخریب کی طرف جائے گی اور ہلاکت کی طرف جائے گی اور خودکشی کرے گی، اور وہ امن و امان، رفاہ عام اور وہ باہمی اعتماد، تعاون، نیک کام میں دوسرے کا ساتھ دینا، یہ بات حاصل نہیں ہوگی، خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ الحمد للہ یہ ادارہ اسی بنیاد پر قائم ہے، مجھے امید ہے کہ اسی بنیاد پر قائم رہے گا، یہ دین کے سائے میں، دینی مقاصد کے سائے میں اور انسانی ہمدردی کے سائے میں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، جس منصب سے انھیں سرفراز کیا ہے، اس کے شعور و احساس کے ساتھ یہ ادارہ چلے گا اور ایسے اداروں کی آج ضرورت ہے، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے اداروں کا قیام جا بجا ہو اور وہ ترقی کریں، اور مسلمان صرف صنعتی ادارے ہی نہیں، بلکہ جیسے کہ ہمارے فاضل دوستوں نے کہا کہ یہ دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں سے لے کر پرائمری اسکولوں تک بلکہ ابتدائی

Marfat.com

مکاتب تک اسم الٰہی ضرور موجود، ہو اور اسم الٰہی کی روشنی میں اور اسم الٰہی کی رہنمائی ہو، اسم الٰہی کا ادب ہو، اسم الٰہی کا احترام ہی نہیں، بلکہ اس کے سائے میں، اس کی رہنمائی حاصل کر کے کام ہو، اس کے نہ ہونے سے ہی تمام علوم کے ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کے باوجود دنیا کو وہ امن وسکون حاصل نہیں ہو رہا ہے، اور ان علوم سے وہ منافع نہیں حاصل ہو رہے ہیں جو ہونے چاہیے تھے، اس لیے کہ ان کا رشتہ مذہب سے ٹوٹا ہوا ہے، بس میں اس پر ختم کرتا ہوں، اور جو آپ نے اعزاز بخشا اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو قائم ودائم رکھے، اور ترقی عطا فرمائے۔ [1]

(۱) پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ (شمارہ ۲۵ / اپریل ۱۹۹۵ء)۔

Marfat.com

ذات الٰہی سے غیر مربوط علم کا نتیجہ (۱)

مسلمان کبھی علم سے بے نیاز نہیں ہوسکتا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾(سورة العلق:۱)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے: اے نبی! پڑھو اللہ کے نام کے ساتھ، اِقْرَأْ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اشارہ دیا کہ اب جو امت اس دنیا میں آنے والی ہے، وہ دنیا کو جاہلیت سے نکال کر نور اور روشنی کی دنیا میں لائے گی، اِقْرَأْ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے علم کا دامن، قسمت کا دامن، تحقیقات اور جستجو کا دامن، اس امت سے باندھا جو کہ عالم بھی ہوگی اور معلم بھی ہوگی، اپنا محاسبہ بھی کرتی رہے گی، اِقْرَأْ کا لفظ مسلمانوں کے مستقبل کو متعین کرتا ہے کہ مسلمان کبھی علم سے بے نیاز نہیں ہوسکتے، اسلامی معاشرہ کبھی علم کو اللہ کی ذات سے الگ نہیں کرسکتا، امت علم کو خدا سے مربوط رکھے گی، کیونکہ اگر علم کو اللہ سے مربوط نہ کیا گیا، اس کی عظمت شان کریمی، بزرگی اور قدرت سے مربوط نہ کیا گیا تو علم پھر تخریب کاری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

روم و یونان کا نقص

روم اور یونان کی اقوام علم وفن میں انتہائی ترقی یافتہ قومیں تھیں، لیکن ان کے علم کا

(۱) ممبئی میں ۵؍جولائی ۱۹۹۴ء کو صابوصدیق کالج آف انجینیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے "المالطفی ہال" میں تحریک قرآن فہمی، دعوت قرآن وسنت کے زیر اہتمام ہونے والے ایک جلسہ میں کی گئی تقریر۔

Marfat.com

ربط اللہ کی ذات سے نہیں تھا، اس لیے انھوں نے دنیا میں کشت وخون کا بازار گرم کیا، دور جدید میں بھی علم اور ٹکنالوجی، سائنس اور دوسرے علوم کا ربط اللہ کی ذات سے نہ ہونے کی بنا پر اس کا استعمال تخریبی کارروائیوں میں کیا جارہا ہے، انسان انسان کے خون کا پیاسا محض اس لیے ہے کہ اس نے علم تو حاصل کیا لیکن علم کا سلسلہ اللہ سے نہیں جوڑا۔

اسرار کائنات منکشف ہونے کے اسباب

علم جب صفات الٰہی سے، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت ودانائی اور خدائے بزرگ وبرتر کی عظمت سے منسلک ہوجاتا ہے تو ترقی کی منزلیں طے ہونے لگتی ہیں، اسرار کائنات منکشف ہوتے ہیں، قومیں تعمیری کاموں میں لگ جاتی ہیں، پھر ایسا علم انسان کو منافرت، تفرقہ اور تخریب کاریوں سے بچاتا ہے، انھیں ان لعنتوں سے دور رکھتا ہے، اللہ کے نام کی رہنمائی میں خدا کی وحدانیت اور خوف خدا کے نشہ میں سرشار کرکے علم انسانوں کو ترقی کی معراج سے سرفراز کرتا ہے۔

انگریز مصنف آرتھر نے اپنی کتاب **Conflict Between Religion & Science** میں انتہائی صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ علم جب خدا کے نام سے بے نیاز ہوجاتا ہے، تو تباہی وبربادی کا باعث بن جاتا ہے، اسم الٰہی کے بغیر علم انسانوں میں جذبۂ رعونت پیدا کرتا ہے، انسان یہی سمجھتا ہے کہ میں اس دنیا کی قیمت ہوں، انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ہستی کو نہ بھولے، اِقْرَأْ آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی توجہ اس نکتہ کی جانب مبذول کرائی ہے، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، اس سے اللہ کو بتانا مقصود ہے کہ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے، وہ اپنی ہستی کو نہ بھولیں، خدائے بزرگ وبرتر نے اس ''اِقْرَأْ'' آیت میں یہ سمجھا دیا ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ اللہ کی عظمت، بزرگی اور اس کے قادر مطلق ہونے کو کبھی نہ بھولیں، جو اللہ خون کے لوتھڑے سے انسانوں کو پیدا کرسکتا ہے، اس کے قبضۂ قدرت میں پوری کائنات ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، لہٰذا علم کو چاہیے کہ وہ اسم سے جڑا رہے، قرآنی تعلیمات سے بے

Marfat.com

بہرہ نہ رہے، انسان اللہ سے بے نیاز نہ رہے، یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ سب سے بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اس کے محتاج ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علم کی دولت اور اس کی نعمتوں سے فیض یاب تو ہوں، لیکن علم کا رابط اسم (اللہ تعالیٰ) سے جوڑے رکھیں، اور جب قومیں یہ انداز اپنا لیتی ہیں تو دنیا کی دولت، جاہ و حشم سب کچھ ان کے قدموں میں ہوتا ہے اور تعمیری کام انجام پاتے ہیں۔[1]

(۱) پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، لکھنؤ (شمارہ ۲۵ر جولائی ۱۹۹۴ء)۔

Marfat.com

اس امت کا دامن علم سے باندھ دیا گیا ہے (۱)

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم، أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [سورة العلق: ١-٥]

میرے بھائیو اور دوستو! میں نے یہ آیتیں آپ کے سامنے پڑھی ہیں، بڑے سوچنے کی بات ہے کہ جو چیز بار بار نظر سے گزرتی ہے، اس پر آدمی بہت کم غور کرتا ہے، آپ بھی خیال کیجیے، حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد پانچ سو برس تک نبوت کا دروازہ نہیں کھلا اور کوئی نبی نہیں آیا، اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا، اور جزیرۃ العرب میں حجاز کی سرزمین پر آپ کی بعثت فرمائی کہ جو بالکل علم سے ناآشنا تھا، اور جن کا لقب آپ دیکھیے تو خود قرآن مجید میں اُمی بیان کیا گیا ہے، یہودیوں کا قول بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ﴾ [آل عمران: ٧٥] یہ ان پڑھ لوگ ہیں، ناخواندہ (Illiterate) ہیں، ان کے بارے میں جو کچھ کہا جائے، کسی چیز پر قبضہ کرلیا جائے اور لے لی جائے، اس پر کوئی محاسبہ نہیں، کوئی باز پرس نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ تو بالکل جانور کی طرح ہیں، اور خود بھی وہ عرب اپنے آپ کو نحن أميون کہا کرتے تھے، کہ ہم تو ان پڑھ لوگ ہیں۔

اس سرزمین پر پانچ سو برس کے بعد صدیوں کے بعد نبوت کا آغاز ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندے کا اس کے لیے انتخاب فرمایا، قریش کے ایک فرد محمد رسول

(۱) جامعہ عبداللہ بن عباس، سیتاپور کے سنگ بنیاد کی تقریب کے موقع پر کی گئی تقریر۔

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے ہیں، اور وہاں وحی نازل ہونے والی ہے، تو آپ خیال کیجیے اگر اس وقت لوگوں سے پوچھا جاتا کہ اس وقت پہلی وحی میں کیا کہا جائے گا؟ تو وہاں کے لوگ دنیا کی حالت دیکھ کر عرب کی حالت دیکھ کر یہ کہتے کہ سب سے پہلے بت پرستی کی تردید ہوگی، اور توحید کی دعوت دی جائے گی، اور اس کے بعد ایسے ہی نیک اعمال کی، نیک اخلاق کی دعوت دی جائے گی، نبی بھی اُمی ہے، ناخواندہ ہے، قوم بھی اُمی ہے، ناخواندہ ہے، ملک پورا کا پورا ناخواندہ ہے، اور اب پہلی وحی نازل ہو رہی ہے، تو اس کا آغاز کس لفظ سے ہوتا ہے؟ اس کا آغاز ہوتا ہے ﴿اِقْـرَأْ﴾ کے لفظ سے، ''پڑھیے''، کس نے کہا جا رہا ہے؟ نبی اُمی سے، اور کس کے لیے کہا جا رہا ہے؟ پوری سرزمین عرب، ملک عرب کے لیے اور اس کے چاروں طرف جو دنیا پھیلی ہوئی ہے، بلکہ قیامت تک آنے والی ساری انسانی آبادی کے لیے، ''آپ پڑھیے''، تو معلوم ہوا اس امت کا دامن علم سے باندھ دیا گیا، شروع سے اس امت کا دامن علم سے بندھا ہوا ہے اور قلم سے بندھا ہوا ہے۔

صرف علم کافی نہیں

لیکن اس کے ساتھ فرمایا کہ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ پڑھنا خالی مفید نہیں، بہت لوگوں نے پڑھا اور دنیا میں فساد پھیلا، انتشار پھیلا، اور سفاکی اور درندگی ہوئی، تو خالی علم کافی نہیں، علم وہ معتبر ہے، وہ مفید ہے، وہ علم تعمیری، اصلاحی اور مبارک ہے دنیا کے لیے، جو اللہ کے نام کے ساتھ ہو، آج یورپ میں دیکھ لیجیے کتنا علم ہے، لیکن کیا فائدہ دنیا کو پہنچ رہا ہے، سوائے نفس پرستی کے، زر پرستی اور طاقت پرستی کے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ جو عالم الغیب ہے، جانتا ہے، جو حکیم وعلیم ہے، جو انسانوں کا خالق ہے، جو انسانی نسلوں کو پیدا کرنے والا ہے، وہی کہہ سکتا تھا، پڑھیے لیکن خالی پڑھنا کافی نہیں کہ آپ نے کسی کتاب کی عبارت پڑھ کر بتا دی، یا کوئی نصیحت کر دی، یا کوئی حقیقت آپ نے بیان کر دی، اور کوئی صداقت آپ نے دنیا کے سامنے پیش کر دی، بلکہ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ کہ ''پڑھیے لیکن اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے جو خالق ہے، جو پیدا کرنے والا

Marfat.com

ہے''، وہی علم اثباتی ہے، ایجابی ہے، تعمیری اور مفید ہے، انقلاب انگیز ہے، اور اصلاح خیز ہے، جو اللہ کے نام سے ہو، اللہ کی وحی میں یہ بات آسکتی تھی اور اللہ ہی فرما سکتا تھا، باقی تم بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ، لال بجھکڑ جنھیں کہنا چاہیے، فرزانہ لوگ، اپنے وقت کے بقراط سقراط، سب اس گمراہی میں ہیں، وہ صرف علم پیش کرتے ہیں، لیکن اس علم کے ساتھ اللہ کا نام نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فساد پھیل رہا ہے اور وہ علم فساد بڑھا رہا ہے، اور فساد کی طاقت کو شدید صلابت دے رہا ہے، تو اللہ فرماتا ہے ''پڑھیے لیکن اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے،'' تو علم کا اسم سے جوڑ لگا دیا گیا ہے، اصلاح و وعظ اور تمام کوششوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ وابستہ رہیں، اگر ان کا رشتہ اللہ کے نام سے ٹوٹ جائے تو تفریق و فساد ان سے پیدا ہوگا۔

آج یورپ میں کیا کمی ہے؟ کیسی کیسی یونیورسٹیاں، کیسے کیسے کلچرل سینٹرس، کیسے کیسے دانشور اور انٹلکچول وہاں موجود ہیں، بڑے بڑے بال کی کھال نکالنے والے، اور دریا سے موتی نکالنے والے، کیسے کیسے انکشافات کرنے والے ہیں، سائنس ہے، جس کی آج دنیا پر حکمرانی ہے، لیکن وہ علم مفید نہیں ہو رہا ہے، اور اس علم سے خدا کا خوف پیدا نہیں ہو رہا ہے، اور تعلیم و ترقی کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا ہے، اللہ کی وحی میں یہ بات آسکتی تھی، اور آئی کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''آپ پڑھیے لیکن اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو پیدا کرنے والا ہے''، اللہ کے نام سے پڑھنا ہی نہیں بلکہ یہ جاننا چاہیے کہ وہی خالق ہے، وہی انسان کو وجود میں لانے والا ہے، نسل انسانی کو وجود میں لانے والا ہے، ﴿الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ''جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے'' کہ انسان کو اپنی حقیقت بھی سمجھنا چاہیے، اگر انسان نے اپنی حقیقت کو نہ سمجھا کہ وہ کیا تھا، اس کا آغاز کیا تھا، اور وہ کہاں سے پیدا ہوا تو پھر وہ خدائی کا دعوی کرے گا، وہ اپنے سامنے انسانوں کو جھکائے گا، اور یہی ہوا ہے، اور یہی بڑے بڑے منکرین خدا اور اپنے نفس کی پرستش کرانے والے، اور اپنی طاقت کے سامنے جھکانے والے، دولت کا پرستار بنانے والے، ان سب کا حال یہی ہوا ہے۔

Marfat.com

وہ علم جس کا رشتہ خدا کے نام سے کٹ جائے وہ فساد کا سبب بنے گا

اللہ فرماتا ہے ﴿الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ انسان کو اپنی ہستی، اپنی حقیقت نہ بھولنی چاہیے، انسان جو آج ہواؤں میں اڑ رہا ہے، اور پانی پر چل رہا ہے اور ستاروں تک پہنچ رہا ہے، اور اس نے تمام دنیا کے خزانے نکال رکھے ہیں، یہ کیا ہے، یہ انسان ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، خون کا تلخ قطرہ ہے، یہ اس کی حقیقت ہے، اس کو اپنی حقیقت نہ بھولنی چاہیے، تو علم کو اسم سے جڑا رہنا چاہیے، آج ساری دنیا میں جو خرابی ہے، فساد پھیل رہا ہے، اور علم بھی کوئی اصلاح کا کام نہیں کر رہا ہے، بلکہ فساد کے ذرائع مہیا کر رہا ہے، جو بغیر علم کے معلوم نہیں ہو سکتا تھا، یہ ایٹم بم کس نے نکالا؟ علم نے نکالا ہے، تو اللہ فرماتا ہے، وہ علم جو خدا کے نام سے کٹ جائے، خدا کے نام سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے، اور خلق خدا کو اپنا پرستار بنائے، اور اپنی پرستش پر بلائے، تو اس علم سے صرف فساد پھیلے گا، ہمارے یہ دینی مدارس جن میں الحمدللہ ایک اکائی کا اور اضافہ ہو رہا ہے اس سرزمین پر، اس جگہ پر، ان کا پیغام یہی ہے کہ پڑھو لیکن اللہ کے نام سے پڑھو، اور اللہ سے ڈرو، اللہ کے منشا کے مطابق کام کرو، اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو، اور اس علم کو پھیلاؤ اور عام کرو، اور سب کو اللہ کی طرف بلاؤ۔ (۱)

---

(۱) یہ تقریر علاحدہ رسالہ کی شکل میں بعنوان "علم کی عظمت کا راز" شائع ہوئی۔

Marfat.com

اسلام علم سے اور جاہلیت جہالت سے جڑی ہے (۱)

اسلام اور جاہلیت

حضرات! پڑھے لکھے لوگوں نے دو لفظ سنے ہوں گے: ایک اسلام، اور دوسرے جاہلیت، یہ قرآنی اصطلاحات ہیں، اور کثرت سے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، لیکن جاہلیت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو ذہن عہد رسالت کے قبل کے زمانہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، رسالت سے قبل ساری دنیا میں جہالت پھیلی ہوئی تھی، لوگ خدا کو بھول گئے تھے، اور زندگی کے مقصد کو بالکل فراموش کر چکے تھے، اور انسانیت کے منصب اور خدا سے اس کا جو تعلق ہونا چاہیے تھا، اس کو بھول گئے تھے، عام طور سے لوگ اس کو ایک تاریخی عہد سمجھتے ہیں، اور اسلام کے پہلے کے زمانے کو عہد جاہلیت کہتے ہیں، اس کے بعد کا دور اسلامی کہلاتا ہے۔

اسلام کے معنی

اسلام کے معنی اپنے کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے، اپنی تمام چیزوں، اپنی خواہشات، اپنے ماضی، اپنے فوائد، اپنے اغراض اور اپنے ان مقدسات سے جو اس کے دل و دماغ پر حاوی ہیں، ان کے قابو سے نکل جانا اور ان سے دست بردار ہو جانا ہے، جسے انگریزی میں **Surrender** کرنا کہتے ہیں، اللہ و رسول کے احکام پر چلنا یعنی خدا چاہی زندگی گزارنا اسلام ہے۔

(۱) یکم جون ۱۹۹۲ء کو مدرسۃ الفلاح (اندور) میں منعقد ایک جلسۂ عام میں کی گئی اختتامی تقریر۔

Marfat.com

جاہلیت کا مطلب

اور جاہلیت کے معنی ہیں: من مانی زندگی گزارنا، جو دل میں آئے وہ کرنا، جیسا ہو رہا ہے ویسا کرنا، جو لوگ چاہتے ہیں اس کے مطابق کرنا، جس میں آدمی فائدہ دیکھے وہ کرنا، جس میں شہرت ملے، عزت ملے، نام و نمود ملے وہ کرنا، جو جی میں آئے وہ کرنا، جس میں مزہ آئے اور جس میں فائدہ معلوم ہو، جس میں چرچا ہو، تذکرہ ہو، لوگ تعریفیں کریں، جس میں لذت ملے اور عزت ملے وہ کرنا۔

لیکن جاہلیت کے متعلق آپ کے ذہن میں ایک بات یاد رہنا چاہیے کہ جاہلیت جہالت کے لفظ سے ہے، اور جہالت جاہلیت پیدا کر دیتی ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد، مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے بعد، اپنے کو مسلمان کہلانے کے بعد، اگر آدمی نے دین کی ضروری اور بنیادی معلومات حاصل نہیں کیں، قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا، ترجمہ کے ذریعہ، عالموں کے ذریعہ، دینی کتابوں کے ذریعہ اس کو اللہ و رسول کا منشا نہیں معلوم ہوا اور اس نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی تو وہ جاہلیت پھر آ جائے گی، یعنی وہ جاہلیت جو گزر گئی اس کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ واپس نہیں آ سکتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا: "أَجَاهِلِيَّةٌ بَعْدَ الْإِسْلَامِ؟" کیا اسلام کے بعد جاہلیت چاہتے ہو؟ اور ایک صحابی جن سے ایسی ہی غلطی ہو گئی تھی، ان کے متعلق آپ نے فرمایا: "إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ"[1]، (تم ایسے آدمی ہو جس کے اندر جاہلیت کی بو باقی ہے)، تو معلوم ہوا کہ جاہلیت کوئی گزرا ہوا زمانہ نہیں ہے، جو گزرے ہوئے وقت کی طرح واپس نہ آ سکتی ہو، بلکہ جاہلیت ایک طرز زندگی کا نام ہے، اور اس طرز زندگی کو بنیادی طور سے جو چیز جاہلیت بناتی ہے وہ جہالت ہے، تو اسلام کا جہالت کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔

اسلام کے تقاضے

اسلام کے لیے ضروری ہے کہ بنیادی معلومات حاصل ہوں اور آدمی کو معلوم ہو کہ

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية، رقم ۳۰

Marfat.com

کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور کیا چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے؟ کیا چیز اللہ و رسول کے منشا کے مطابق ہے؟ کیا چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ہے؟ کیا چیز مسلمان، ایمان اور عقیدہ کے مطابق ہے اور کیا چیز مطابق نہیں ہے؟ تو اس کا علم حاصل کرنا اپنے لیے بھی، اپنے بچوں کے لیے بھی، آئندہ نسلوں کے لیے بھی، اور اس کا انتظام کرنا ضروری ہے، اگر ہمیں قرآن مجید کی زبان سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا وزن معلوم ہو، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی سطح اور شان سے واقف ہوں اور یہ معلوم ہو کہ اس کلام کا ایک ایک لفظ کتنی گہرائی رکھتا ہے، اور کتنی بلندی رکھتا ہے، اور اس کی کتنی اہمیت اور قدر و قیمت ہے، تو ہم کانپ جائیں۔

علماء کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ فاطر: ۲۸)، "إِنَّمَا" کلمۂ حصر ہے، یعنی اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ سے وہی ڈرتے ہیں، اللہ سے وہی ڈر سکتے ہیں، وہی ڈریں گے جو علم رکھنے والے ہیں، اردو زبان میں علماء سے مولوی صاحبان، مدارس کے فضلاء- اللہ تعالیٰ ان کی تعداد میں اضافہ کرے، اور ان کے علم سے فائدہ پہنچائے- مراد لیے جاتے ہیں، لیکن کلام الٰہی اور کلام نبوت میں ان کا علم محدود نہیں ہے، "العلماء" جب کہیں گے تو ہمارے سامنے بڑے بڑے علماء آئیں گے، حکیم الاسلام حضرت تھانویؒ کا نام آئے گا، حضرت مدنیؒ کا نام آئے گا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا نام آئے گا، مولانا سید سلیمان ندویؒ کا نام آئے گا، "العلماء" کے معنی ہیں: جاننے والے کے، جب اللہ نے یہ فرمایا کہ اللہ سے علماء ڈریں گے، اللہ سے وہی ڈر سکتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ دین جو ہم کو اسلام کے نام سے ملا ہے، یہ علم سے جڑا ہوا ہے، اس کا علم کے ساتھ ایسا رشتہ ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا، علم اسلام کا ایک ضروری اور بنیادی عنصر ہے، اس میں صحیح عقائد کا علم ہو جائے، فرائض کا علم ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی ضروری تعلیمات کا علم ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے منشا و فرمان کا علم ہو جائے، کیا چیزیں ہم پر فرض اور واجب ہیں، کیا اسلام ہے اور کیا کفر ہے، اس کا فرق معلوم ہو جائے، اور کیا توحید ہے اور کیا شرک ہے، کفر

Marfat.com

اور ایمان کا فرق معلوم ہو، توحید اور شرک کا فرق معلوم ہو، بدعت و سنت کا فرق معلوم ہو، طاعت اور معصیت کا فرق معلوم ہو، حرام وحلال کا فرق معلوم ہو، جائز و ناجائز کا فرق معلوم ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کا فرق معلوم ہو جائے۔

علم کیسے حاصل ہو؟

وہ علم جو اسلام کے لیے ضروری ہے، وہ مواعظ کے ذریعہ، صحبت کے ذریعہ، تبلیغی جماعت میں شامل ہو کر، یا کوئی اور ایسا ماحول اور صحبت اختیار کر کے ضروری علم حاصل کرے، علم کے وسائل بہت ہیں اور الحمدللہ آسان ہو گئے ہیں، اور مدرسوں کی وجہ سے اور بھی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں، کتابوں کی کثرت ہے، مدارس کا فیض عام ہے۔

دینی مدارس کی اہمیت وافادیت

یہ مدارس کوئی معمولی چیز نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قائم رکھے، ان کی وجہ سے ہندوستان کی ملت اسلامیہ اپنی خصوصیات کے ساتھ باقی ہے، آزادی سے قبل کا زمانہ مجھے یاد ہے، جب انگریزوں کا اقتدار شباب پر تھا، اس وقت خلیفہ شجاع الدین نے ایک رسالے میں مضمون لکھا کہ اب ان مدرسوں کی کیا ضرورت ہے؟ اب زمانہ بدل گیا ہے، ان مدرسوں کو اسکولوں میں تبدیل کر دینا چاہیے، اور وہاں انگریزی زبان پڑھائی جائے اور سائنس کی تعلیم دی جائے، جیسا کہ آج بعض لوگ مطالبہ کرتے ہیں، علامہ اقبال نے کیمبرج اور جرمنی سے قانون، اقتصاد اور فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کیا تھا، انھوں نے اس کا جواب دیا کہ خدا کے لیے تم یہ نہ کہو، اگر یہ مدارس نہ رہے تو ہندوستان اسپین بن جائے گا، اسپین میں کیسے کیسے ولی اللہ مدفون ہیں، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وہاں مدفون ہیں، فقہ مالکی میں ایک اصولی مسئلہ ہے کہ ان کے یہاں اہلِ مدینہ کا عمل حجت ہے، اس میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، ویسے ہی ایک زمانہ میں یہ مسئلہ بن گیا تھا کہ عملِ قرطبہ حجت ہے، وہاں علماء کے فیض اور عربی علوم کے اثر سے اور محققین کے پیدا ہونے سے اور گھر گھر عالموں کے ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی اسلام کے ڈھانچہ میں ڈھل گئی تھی کہ اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ قرطبہ میں ایسا ہوتا تھا، جس ملک کا

Marfat.com

ایسا حال رہا ہو، وہاں کا عمل حجت ہو، وہ ملک مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔

علم ہمارے لیے ضروری کیوں؟

علم ہمارے لیے اس لیے ضروری ہے کہ ہمارا اسلام کے ساتھ وابستہ رہنا اور اسلام پر پورے طور پر چلنا اس کے بغیر ممکن نہیں، بلکہ ناممکن ہو سکتا ہے، اور کم سے کم ہمارا ہندوستان جیسا ملک ہے، جس کے چاروں طرف جہالت کی جو فضا ہے، اور جو کفر و شرک اور دوسرے مذاہب، میتھالوجی (دیو مالائی) جو پھیلی ہوئی ہے، اور اب آج کل ریڈیو، ٹی وی کے ذریعہ، پریس کے ذریعہ، اور تاریخ کے ذریعہ اور ہر طرح سے وہ چیزیں پھیلائی جا رہی ہیں، جو کبھی ہندوستان میں تھیں، وہ بھی سامنے لائی جا رہی ہیں، اس صورت میں دین کی تعلیم کی سخت ضرورت ہے، گویا اس وقت اسلام کے باقی رہنے کا دارومدار اس پر ہے کہ آپ کے گھر والوں کو، آپ کے بچوں کو ضروری دینی معلومات حاصل ہوں، اس کا انتظام ہونا چاہیے، بار بار کہا اور لکھا ہے کہ بچوں کی صحت اور بچوں کے کپڑے بنوانے، بچوں کے دوا علاج کرنے، بچوں کو بیماریوں سے تحفظ فراہم کرنے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ ان کو اللہ و رسول سے واقف کرائیں اور ان کو کفر و ایمان کا فرق بتائیں، انھیں شرک و توحید کا فرق بتائیں، اور شرک و بت پرستی کا فرق بتائیں، ہماری ماؤں اور بہنوں پر فرض ہے اور گھر کے لوگوں پر فرض ہے کہ ان کے دل میں ان سے گھن پیدا کریں، ایسی گھن جو گندگی و پاخانہ پیشاب سے ہوتی ہے۔

شرک و کفر اور اس کے مظاہر سے نفرت

جب تک ہماری نئی نسل کے دل میں بت پرستی، چاہے وہ کسی قسم کی بت پرستی ہو، اس کائنات میں کسی کو متصرف ماننے، کسی کو کارساز ماننے، کارفرما ماننے، اور اپنی قسمت کا بنانے والا اور بگاڑنے والا جاننے، اس سے جب تک گھن نہ آئے جیسے پاخانہ اور پیشاب اور گندی چیزوں سے ہوتی ہے، اس وقت تک اس کے ایمان کا اطمینان نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان پر قائم رہے گا۔

کفر و شرک سے مسلمانوں کو ایسی نفرت ہونی چاہیے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے نفرت ہو، کفر و شرک کی تمام شکلوں سے جب تک اس کے دل میں نفرت نہ ہو، اور

Marfat.com

ہندوستان میں جو دیومالائی چیزیں ہیں، اور بت پرستی کی جو چیزیں ہیں اور یہاں کے دیوتاؤں کے بارے میں جو خیالات ہیں، اس سے نہ صرف بچارہے، یہ ایک بڑی نعمت ہے، بلکہ اس سے نفرت ہو، اور اس کے نام سے اس کا ذائقہ خراب ہو جائے، اور اس کے دل و دماغ اور احساسات پر ایسا اثر پڑے جیسے کوئی گندی چیز کھالی ہے۔

نسل نو کی تعلیم و تربیت کی فکر کیجیے!

بچوں کو دینی تعلیم دینا اور ایسی دینی تعلیم کا انتظام کرنا جس سے اس کو دین کا ضروری علم حاصل ہو جائے بلکہ کفر اور شرک سے ایک قسم کی نفرت، وحشت نہ پیدا ہو، اس وقت تک اطمینان نہیں کہ وہ کفر و شرک کا کوئی کام نہ کر گزرے، مائیں ایسے قصے سنائیں جس سے کفر و شرک کا فرق معلوم ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنائیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے گھر میں پیدا ہوئے، جہاں صرف حکومت بت پرستوں کی نہیں تھی بلکہ ان کا معاش بھی اس سے وابستہ تھا، یعنی اعتقادی اور اقتصادی دونوں طور سے بت سازی ان کے گھر میں تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو داعی کبیر بنایا تھا، بلکہ موحّد اُمت کا بانی بنایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے کفر و شرک کے فرق کو ﴿يَـٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَـٰمًا﴾ (سورۃ الأنبیاء: ۶۹) (اے آگ! تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا) سے عیاں کر دیا، ایسے قصوں سے، ایسے واقعات سے بچوں کے گھروں میں اور ماحول میں کفر و شرک کا امتیاز پیدا ہوگا، اور اسلام کا صحیح علم حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہوگی، اسی لیے علم کو اسلام کے ساتھ مربوط رکھا گیا ہے تاکہ مسلمان اسلامی تعلیمات کے ساتھ مسلمان رہے، ایمان و عقیدہ کے ساتھ مسلمان رہے۔ (۱)

(۱) پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، لکھنؤ (شمارہ ۱۰/ جولائی ۱۹۹۲ء)۔

Marfat.com

دین و علم کا دائمی رشتہ

اور امت کی ذمہ داری (۱)

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (سورة التوبة:۱۲۲)

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں، تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے، تا کہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے، اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تا کہ وہ حذر کرتے۔''

اسلام اور علم کا رابطہ

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اسلام علم کے بغیر نہیں رہ سکتا، واقعہ تو یہ ہے کہ علم بھی اسلام کے بغیر نہیں رہ سکتا، لیکن یہ کسی اور مجلس میں شرح و بسط کے ساتھ کہنے کی بات ہے، وہ علم علم ہی نہیں جو وحی کی سرپرستی اور وحی کی رہنمائی میں نہ ہو؛ بلکہ وحی اور علوم نبوت کی انگلی پکڑ کر کے نہ چلے، اور جس پر وحی کی مُہرِ تصدیق ثبت نہ ہو، اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے صحیفوں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کی سرپرستی میں، اتالیقی میں، نگرانی میں، رہنمائی میں نہ ہو، وہ علم علم نہیں

(۱) ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء کو مدرسہ مطلع العلوم (اُجین) کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر کی گئی تقریر۔

Marfat.com

ع علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

اس وقت ہمارا آپ کا موضوع ہے کہ اسلام بغیر علم کے نہیں رہ سکتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے آپ مچھلی کو پانی سے نکال دیجیے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے اور وہ مر جاتی ہے، تو اسی طریقہ سے اسلام کے لیے علم ضروری ہے، خدا کی صحیح معرفت ہو، اس کی ذات وصفات کی صحیح معرفت ہو، اس کا بندوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ بندوں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہونا چاہیے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ آغاز کیا ہے؟ انجام کیا ہے؟ ابتدا کیا ہے؟ انتہا کیا ہے؟ انسان کہاں سے آیا؟ کیوں آیا؟ اور کہاں اس کو جانا ہے؟ اور پھر کیا ہونا ہے؟ اس سب کا علم ہونا ضروری ہے، اسی لیے اسلام علم کو چاہتا ہے، وہ علم کو ضروری قرار دیتا ہے۔

پہلی وحی میں علم وقلم کا تذکرہ

پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئی، اور سیکڑوں برس کے بعد آسمان وزمین کا پہلی مرتبہ جو رشتہ قائم ہوتا ہے، زمین کے لیے کچھ لینے کے لیے اور آسمان کے لیے کچھ دینے کے لیے، برسوں کے بعد جو دو بچھڑے ہوئے ملتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو کیا کیا فغاں وفریاد، شکایتیں اور حکایتیں سناتے ہیں، لیکن اس وقت جو یہ دو بچھڑے ہوئے ملے تو آسمان سے اس نبی کو۔ جس کو زمین والوں کا رشتہ اللہ سے جوڑنا تھا۔ سب سے پہلا پیغام ''اِقْرَأْ'' کی شکل میں ملا، اس سے آپ علم وقلم کی اہمیت وعظمت سمجھیے جن کو اس پہلی وحی اور پیغام آسمانی میں عزت کا مقام دیا گیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا تھا

ع کتب خانۂ چند ملت بشست

لیکن آپ نے کتب خانے اتنے دھوئے نہیں جتنے کتب خانے بنا دیے، وہی کتب خانے دھوئے جن کو دھونا چاہیے تھا، لیکن دھو کر کے پھر کیا دیا؟ نور دیا، یقین دیا، اللہ کی صحیح معرفت عطا فرمائی، انسان کو انسان بنا دیا، اور جاہل انسان بلکہ حیوان صفت انسان کو دنیا کا معلم بنا دیا،

Marfat.com

بقول اکبرؔ

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

تعلیم و تعلم کی ضرورت اور اس کا انتظام

دنیا کی کوئی قوم علم سے مستغنی ہو سکتی ہے، کہہ سکتی ہے کہ نہیں ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہم پر کوئی فرض واجب نہیں، ضروری نہیں ہے کہ ہم پڑھیں اور پڑھائیں، بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں، لیکن روئے زمین پر قیامت تک مسلمان کہیں بھی آباد ہوں، وہ چاہے، مقامات مقدسہ ہوں، چاہے جزیرۃ العرب ہو، چاہے یورپ وامریکہ ہو، چاہے ہندوستان کی سرزمین ہو، شہر ہو، قصبہ ہو، دیہات ہو، جہاں مسلمانوں کے چار گھر بھی ہیں، بلکہ جہاں چار مسلمان پائے جاتے ہیں، وہاں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''اِقْرَأْ'' کا سامان کریں، وہ اس کی تعمیل کریں کہ پڑھو، یہ کام شفاخانوں کے قیام سے زیادہ ضروری اور آپ کی دکانوں سے زیادہ ضروری ہے، یہ کارخانوں سے زیادہ ضروری ہے، اس میں سے کسی چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مامور نہیں فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ تجارت کرو، کماؤ، کہ یہ بھی بہت بڑی طاقت ہے، دین حق کو غالب کرنے کے لیے خوب پیسہ پیدا کرو، خوب دولت جمع کرو، اپنی امت کو یہ سبق سکھاؤ، یہ کہیں نہیں فرمایا، فرمایا تو یہ فرمایا: ''اِقْرَأْ'' (پڑھو) اب بتائیے کہ علم کا کیا مقام ہوا؟

اچھا پھر وہ علم جو مِن جانبِ اللہ حاصل ہوتا ہے، ایک علم لدنی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کسی کا سینہ کھول دیتا ہے اور اسے علوم کا گنجینہ بنا دیتا ہے، اس کی زبان سے حکمت اُبلتی ہے، یہ سر آنکھوں پر، ہم ان کو اپنے سے ہزار درجہ افضل مانتے ہیں، ان کا سایہ پڑ جائے تو ہم سمجھیں کہ ہم آدمی بن جائیں گے، لیکن ''اِقْـــرَأْ'' اپنی جگہ پر رہے گا، ان حضرات کو بھی ضرورت ہے کہ وہ مسئلہ پوچھیں عالموں سے، بڑے بڑے صاحبِ ادراک، صاحبِ کشف بھی نماز کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔

یہ ''اِقْـــرَأْ'' کا سلسلہ ایسا ہے کہ نبی اُمی سے شروع ہو کر آخری اُمتی اُمی تک (یعنی

Marfat.com

جو لفظاً بے پڑھا ہے) جاری رہے گا، کتنے ہی دنیا میں نقلابات آئیں، سلطنتیں بدلیں، تہذیبیں بدل جائیں اور انقلاب عظیم برپا ہو جائے، زبان بدل جائے، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حفاظت قرآن کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے کسی زبان اور کسی کتاب کی حفاظت کی گارنٹی نہیں لی، قرآن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے، تو حفاظت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بس کتاب رہے، نہ کوئی اس کو سمجھے نہ سمجھائے، اس کے لیے سمجھنے سمجھانے والے بھی ہونے چاہئیں، اور وہ کتاب الفاظ میں ہے تو زبان بھی ہونی چاہیے، الفاظ بغیر زبان کے نہیں رہتے، اس لیے عربی زبان بھی رہے گی، کتنی زبانیں مٹ گئیں، لیکن شریعت الٰہی کی زبان عربی اپنی جگہ پر ہے، اور اس کا علم اپنی جگہ پر ہے، تو ہر جگہ کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے یہاں مقدور بھر دینی تعلیم کا انتظام کریں، ہر جگہ مسائل کے بتانے والے نہ صرف یہ کہ موجود ہوں، بلکہ ان کا سلسلہ جاری رہے، یہ بھی مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے، مدارس کا سلسلہ ضروری ہے، یہ کوئی شوقیہ، تفریحی کام نہیں ہے، یہ خالص دینی ضرورت ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ مساجد کے بعد نمبر دو کی چیز یہی ہے، اور سچ پوچھیے تو مساجد کے پشت پناہ بھی یہی مدارس ہیں، اگر مدارس نہ ہوئے تو آپ کو امام کہاں سے ملیں گے؟ اور اگر ایسے امام مل گئے جو بس نماز پڑھا دیں تو جمعہ پڑھانے کے لیے اس سے زیادہ کچھ شرائط ہیں، اس کے کچھ اور احکام ہیں، پھر اس کے بعد مسائل کے لیے آپ کہاں جائیں گے؟ مسجدوں ہی میں تو جائیں گے امام صاحب سے پوچھنے، امام صاحب کو کوئی علم نہیں ہے، بس تھوڑی سی سورتیں یاد کر لیں اور نماز پڑھانا آ گیا، تو یہ مدارس درحقیقت مساجد کے بھی محافظ ہیں اور مساجد کو بھی غذا پہنچاتے ہیں۔

فضلائے مدارس کا فرض

میں نے آپ کے سامنے شروع میں آیت پڑھی تھی: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ

Marfat.com

لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ﴾ یہ تو ہو نہیں سکتا یعنی ایک غیر ممکن سی چیز ہے، غیر طبعی چیز ہے کہ سب مسلمان سب کام چھوڑ چھاڑ کر دین سیکھنے کے لیے نکل جائیں، نہ دکان پر کوئی بیٹھنے والا، نہ کوئی خرید و فروخت کرنے والا، نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا، معلوم ہوا سارا شہر چلا گیا مدرسہ کا طالب علم بن کر، یہ ہونے والی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بات نہیں کہتا، نہ اس کا مکلّف قرار دیتا ہے، نہ اس کا مطالبہ کرتا ہے، فرماتا ہے کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام مومنین سب کے سب گھر چھوڑ کر چلے جائیں، ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ﴾ پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ اس کے لیے تیار ہو جائیں کہ وہ دین سیکھیں ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ﴾ دین کی سمجھ حاصل کریں، یعنی وہ دین کے احکام و مسائل کا علم حاصل کریں، ﴿وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا إِلَيْهِمْ ﴾ اور اتنا ہی کافی نہیں کہ خود اپنی ہی ذات کے لیے سیکھ کر کے بیٹھ گئے، اپنا کام نکال لیا، ﴿وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا إِلَيْهِمْ ﴾ جا کر کے اپنی اپنی بستیوں میں ہدایت کا کام کریں، وعظ و ارشاد کا کام کریں اور ان کو خطرات سے، مہلکات سے بچائیں، شرک کے مہلکات سے، کفر کے مہلکات سے، ان عقائد سے، ان رسوم سے، ان اعمال سے کہ جن سے آدمی بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات وہ اسلام کی سرحد پار کر جاتا ہے، اور مسلمانوں میں اس کا شمار نہیں رہتا، بعض چیزوں سے ایمان چلا جاتا ہے، بالکل آدمی نے گویا ارتداد اختیار کر لیا ﴿وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا إِلَيْهِمْ ﴾ عالم ہی بتا سکتا ہے، مسلمانوں کا کوئی بہت بڑا شہر ہو، تجارتی مرکز بھی ہو، کھاتے پیتے مسلمان رہتے ہوں، ایک مدرسہ بھی وہاں نہ ہو دین کے موٹے موٹے احکام سکھانے کے لیے اور قرآن مجید پڑھانے کے لیے، تو پورا شہر گنہگار ہوگا، بس یہی فرض کفایہ کے معنی ہوتے ہیں، پورا شہر خطرے میں ہے، اور خدا کے یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ تمھیں توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے اتنے بڑے شہر میں مدرسہ قائم کرو، یہ بات ایسی نہیں جیسے تہجد پڑھنا، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تہجد فرض تو ہے نہیں، اللہ توفیق دے کوئی پڑھے تو بڑی اچھی بات ہے، ایسے ہی ان لوگوں نے مدرسہ قائم کر دیا ہے، گویا تہجد پڑھ لی، یا کوئی خیرات کر دی، یہ بنیادی کام ہے، یہ آپ کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے کہ آپ اپنے

Marfat.com

یہاں بقدر ضرورت کم سے کم دینی تعلیم کا انتظام کریں، آپ کے شہر میں ایسے لوگ ہوں جو وقت پر مسئلہ بتا سکیں، اور مسلمانوں کو کوئی خطرہ پیش آ جائے، حلال وحرام، کفر وایمان کا کوئی مسئلہ آ جائے، تو اس میں وہ رہنمائی کر سکیں، بتا سکیں کہ یہاں سے یہاں تک تو اسلام ہے، اس کے بعد کفر ہے، اور اگر تم سمجھنا چاہتے ہو تو ہم تمھیں بتاتے ہیں: ﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ (سورة البقرة:٢٥٦) یہ رشد ہے اور یہ غی ہے، یہ اسلام ہے اور یہ جاہلیت ہے، یہ بتا سکیں، اس کے بعد کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔

عوام کی ذمہ داری

بنیاد رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے بنیاد رکھ دی، ہماری ایک ذمہ داری ہوگئی، آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں، یہ بنیاد تو ہم آپ کی طرف سے رکھیں گے، گویا آپ کے ہاتھوں سے، آپ سب تو ہاتھ نہیں لگا سکتے، تو ہم آپ کی طرف سے آپ کی نیابت کریں گے، خدمت ہم کریں گے کہ وہ پتھر رکھ دیں، لیکن آپ کا کام ختم نہیں ہوتا، بلکہ سچ پوچھیے تو اس سے شروع ہوتا ہے، اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس مدرسہ کو ترقی دیں، باقی مشورہ کا معاملہ ہے، استاذوں کا مسئلہ ہے، کتابوں کا مسئلہ ہے، نصاب کا مسئلہ ہے، کبھی جلسوں میں آنے جانے کا مسئلہ ہے، اس کے لیے ہم حاضر ہیں، آپ کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایک بہت بڑی اجتماعی معصیت سے، ایک قومی اور ملی کوتاہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بال بال بچالیا، اگر یہ مدرسہ نہ ہوتا تو خدا کے یہاں پرسش ہوتی۔

اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے دینی تعلیم کا انتظام

اسی طریقہ سے یہ بھی آپ یاد رکھیں کہ بچوں کو خواہ وہ اس مدرسہ میں نہ پڑھتے ہوں، اسکولوں میں پڑھتے ہوں، ان کی بقدر ضرورت دینی تعلیم کا انتظام آپ کے ذمہ فرض ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (سورة التحريم:٦) ”اے

Marfat.com

ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو جو تمھارے ماتحت ہیں، تمھارے ذمہ ہیں، ان سب کو آگ سے بچاؤ''، یہ آپ کا فرض ہے، آپ ان کے لیے صبح شام کوئی انتظام کریں، کوئی ٹیوٹر Tutor رکھیں، کسی مولوی صاحب کی خدمات حاصل کریں، بہر حال ان کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے آپ کو کچھ سامان کرنا چاہیے، ایسے ہی کچھ چیزیں اور ہیں، مثلاً اس ملک میں موجودہ دور میں، اور اس جمہوری ملک میں اور ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اکثریت میں نہیں ہیں، جہاں بہت سی تحریکیں ہیں، جہاں تبدیلیاں جلدی جلدی آتی ہیں، بہت سے چیلنج سامنے آتے ہیں، اس ملک میں کس طرح ہم اپنے دین کو بھی بچا سکتے ہیں، اور اپنی عزت کو بھی بچا سکتے ہیں، اور اپنی جانوں کو بھی بچا سکتے ہیں، اس کے لیے کئی چیزیں ایسی ہیں جن کو آپ کو اختیار کرنا ہوگا، اور ان پر عمل کرنا ہوگا، لیکن اس وقت خالص دینی تعلیم کے تعلق سے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کو ترقی دینا، اس کو تکمیل کی منزل تک پہنچانا، اس کے منصوبے کو پورا کرنا اور اس کو اس قابل بنانا کہ یہ آپ کے پورے جوار کا، اس پورے نواح کا ایک مرکزی مدرسہ بن جائے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

اسی طریقہ سے اپنے بچوں کو اردو سکھانا اور دینیات کی تعلیم دینا اور سیرت اور صحابہ کرامؓ اور دینی شخصیتوں سے واقف کرانا، اور کفر و ایمان کا فرق اور توحید و شرک کا فرق بتانا ضروری ہے۔

اسی طریقہ سے جو بالغ حضرات ہیں، ان کو اپنے دین کے لیے بھی اور دینی جذبات کو ترقی دینے کے لیے بھی اور دینی عزم پیدا کرنے کے لیے بھی تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنا اور ان کے اجتماعات میں شریک ہونا اور اس کو وقت دینا، دینی کتابیں پڑھنا، یہ سب بہت ضروری ہے، ورنہ ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے، بلکہ ایسے دور میں جس میں خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے، نظر چوکی، آنکھ جھپکی اور آدمی مارا گیا، ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اور اس میں بہت وسیع نظر رکھنے کی ضرورت ہے، اور گرد و پیش کے حالات کا پورا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، زندگی کے دھارے سے الگ ہونا خطرناک ہے، اگر مسلمان ماحول سے کٹ گئے اور اپنے خول میں رہنے اور اپنی خیالی دنیا میں بسنے لگے، اور کہنے لگے کہ

Marfat.com

جو کچھ ہوتا ہے ہونے دیجیے، ہم تو نماز روزہ کرتے ہیں، اس طرح آپ اس ملک میں نہیں رہ سکتے، اس ملک میں ہر وقت حالات کو دیکھتے رہیں، اور اپنے مخلص رہنماؤں کی باتوں پر دھیان دینا ہے، جن کو صرف اس سے دلچسپی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس انعام سے سرفراز فرمایا، اور جو امانت ہمارے سپرد کی، وہ ہم محفوظ رکھیں، اور اس کو لے کر ہم دنیا سے جائیں اور سرخ رُو ہوں، جن کو صرف اس بات سے دلچسپی ہے، ان کے مشوروں کو آپ مانیں اور غور سے سنیں، اس ملک میں ہمیشہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں، اور دیکھتے رہیں کیا ہو رہا ہے، کیا چیز ایسی پیدا ہو رہی ہے کہ جس سے ہم کو بھی، اور اگر ہم رہ بھی گئے تو ہماری آئندہ نسلوں کو مسلمان رہنا مشکل ہو جائے، اس کا برابر جائزہ لیتے رہنا چاہیے، ان الفاظ پر میں ختم کرتا ہوں۔ (۱)

(۱) ''تحفۂ دین و دانش'' از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، شائع کردہ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، ۱۹۸۷ء، (ص ۱۳۱ تا ۱۴۱)۔

Marfat.com

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم کی بہار (۱)

تاریخ عالم کا ایک معمہ اور پہیلی

حضرات! تاریخ عالم کا ایک معمہ یا پہیلی ہے جو ابھی تک بوجھی نہیں جاسکی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی علمی تحریک اور تصنیف و تالیف کا عظیم الشان سلسلہ جس کا اعتراف کرنے پر دنیا مجبور ہوئی، یہ سلسلہ ایک ایسے نبی کی ذات سے شروع ہوا جو خود ''اُمّی'' (ناخواندہ) تھا، اور اس نبی کے حصہ میں جو امت آئی، جس سے خدا کو کام لینا تھا (یعنی عرب) وہ بھی ناخواندہ تھی، جس نے علم کا دامن وسیع کیا اور اسے لعل و گہر سے مالا مال کردیا، جس نے علم و تحقیق کے میدان میں نئی راہیں نکالیں، جو علمی ایجادات و اختراعات اور نادرہ کاری میں بے مثال ہے، مذاہب عالم کی تاریخ میں اور ادیان و مذاہب کی بنیاد پر قائم اقوام و ملل کی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، تاریخ کی یہ پہیلی اپنا حل چاہتی ہے، اور اس کا حل کچھ اتنا آسان بھی نہیں، اس کا کوئی حل پیش کیا جاسکتا ہے یا اس کی کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے تو یہ کہ اللہ کی مرضی یہی تھی، اور اس کی حکمت یہی چاہتی تھی۔

یا یہ پہیلی اس طرح حل کی جاسکتی ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اسی میں علم کی طرف توجہ دلائی گئی تھی، اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے اور دنیا کے فلسفیوں اور مفکرین کو دعوت فکر و تدبر دے رہی ہے کہ اس وحی میں سب سے پہلے جس چیز کا نام لیا گیا وہ قلم تھا، لکڑی کا ایک معمولی سا ٹکڑا جو عرب کی سرزمین میں ڈھونڈنے سے بمشکل مل سکتا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی اس پہلی وحی میں فرماتا ہے:

(۱) متحدہ عرب امارات میں ایک اسلامی و دعوتی کتب خانہ کے افتتاحی اجلاس میں ۷ار نومبر ۱۹۸۳ء کو کی گئی ایک تقریر کا ترجمہ، بقلم مولانا نور عظیم ندویؒ۔

Marfat.com

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورة العلق:١-٥) ''آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا ہے، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے، آپ پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے، جس نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جنھیں وہ نہیں جانتے تھے۔''

اس زمانہ کا کوئی بھی سمجھدار انسان جو جزیرہ نمائے عرب کے عام سماجی و ثقافتی حالات سے واقف ہو، علم کی دنیا میں، تصنیف و تالیف کی دنیا میں، اس دنیا میں جو قلم کا استعمال کرتی ہے، تحریر سے کام لیتی ہے، اس دنیا میں عربوں کی حیثیت اور ان کے مقام سے واقف ہو، اور اس عجیب و غریب صورت حال پر اس کی نظر ہو جس میں عرب زندگی گزار رہے تھے، وہ ہرگز اس کی توقع نہیں کر سکتا کہ رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل کی جارہی تھی، اور کم از کم پانچ صدیوں کی طویل مدت کے بعد زمین کا آسمان سے تعلق قائم ہو رہا تھا، یا زیادہ صحیح الفاظ میں آسمان کا زمین سے اتصال ہو رہا تھا، اس میں قلم کا تذکرہ ہوگا، وہ قلم جو اس ماحول میں غیر معروف، جو عام طور پر استعمال بھی نہیں ہوتا تھا اور جس کی ضرورت بھی شاید ہی کوئی محسوس کرتا رہا ہو، یہاں تک کہ عربوں کا نام ہی ''اُمی'' مشہور ہو گیا تھا، اور خود قرآن میں انھیں اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورة الجمعة:٢)

''وہی جس نے امی لوگوں میں انھیں میں سے ایک پیمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انھیں پاک کرتا ہے، اور انھیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔''

اور آپ کے متعلق صفائی سے بیان کیا گیا کہ یہ لوح و قلم کی اس دنیا سے بالکل ناآشنا ہیں:

﴿وَ كَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْراً نَّهْدِيْ بِهِ مَنْ نَشَآءُ مِنْ

Marfat.com

عِبَادِنَا وَ إِنَّكَ لَتَهْدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (سورة الشورى:٥٢)

''اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس وحی یعنی اپنا حکم بھیجا، آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنا دیا ہے، اس کے ذریعہ سے ہم ہدایت کرتے ہیں بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ راہ راست ہی کی ہدایت کر رہے ہیں۔''

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (سورة العنكبوت:٤٨)

''اور آپ تو اس قرآن سے قبل نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، ورنہ یہ حق ناشناس لوگ شبہ نکالتے۔''

ایک تاریخی تضاد

یہ ایک تاریخی تضاد ہے، دنیا کی تاریخ میں اور بھی تضاد ملتے ہیں، لیکن تاریخ کا غالباً یہ سب سے بڑا تضاد ہے کہ علمی سرگرمیوں کا یہ اُبال، یہ علمی جوش و خروش، تصنیف و تالیف کا یہ بیکراں سلسلہ، اور نبی امی کی امت میں؟؟ علم میں اس امت کا یہ انہماک اور علمی خدمات کا یہ بحر ناپیدا کنار جس کی تعبیر کے لیے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں، اور اس امت کا کوئی مخالف یا معاند جسے اس امت سے کوئی ہمدردی اور تعلق نہ ہو، جو اس کے لیے کوئی کلمۂ خیر پسند نہ کرتا ہو، وہ اسے جنون کا نام دے سکتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کی راہ میں یہ انہماک، یہ جفا کشی، یہ قربانیاں اور فدا کاریاں اور یہ کارنامے اس نبی امی کی دعوت کے نتیجہ میں سامنے آئی ہیں جنھوں نے خود ایک کتاب بھی نہیں پڑھی تھی، اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے نام کے ساتھ لفظ ''رسول اللہ'' لکھنے پر اعتراض ہوا تو آپ کو پوچھنا پڑا کہ میرا نام کہاں ہے؟

نبی اُمّی کی امت کا علم سے اشتغال

سوال یہ ہے کہ ایسی زبردست آفاق کی پہنائی رکھنے والی، عالم گیر اور زمان و مکان

Marfat.com

دونوں کی بے پناہ وسعتیں رکھنے والی یہ علمی تحریک پیدا کیسے ہوئی؟ اس کے زمانی رقبہ کا طول و عرض بڑا وسیع ہے، اسی طرح مکانی رقبہ بھی علم اور تصنیف وتالیف کی تاریخ میں وسیع ترین رقبہ ہے، اور اس کا معنوی رقبہ ان دونوں سے بھی زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے، پھر اقسام علم اور موضوعات کے تنوع کے حدود بھی کچھ کم نہیں۔

مولانا محمود حسن ٹونکی کا کارنامہ

میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ ہندوستان کے ایک عالم مولانا محمود حسن ٹونکی نے ہندوستان میں بیٹھ کر ایک کتاب تصنیف کی جہاں عربی زبان نہ بولی اور سمجھی جاتی ہے، نہ یہاں کی دفتری زبان ہے، نہ سیاست وصحافت کی زبان، اللہ نے انھیں توفیق دی کہ عربی زبان میں ایسی تاریخی کتاب لکھیں، کتاب کا نام ہے: معجم المصنّفین، یہ کتاب ساٹھ جلدوں میں اور تقریباً بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے، اس میں کوئی چالیس ہزار مصنفین کے حالات درج ہیں، اور کتاب کی وسعت اور استقصاء کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں دو ہزار مصنفین وہ ہیں جن کا نام "احمد" ہے، اس کتاب میں ایک ہزار پچاس کتابوں کا خلاصہ اور عطر آگیا ہے، اور اس میں عہد اسلامی میں تصنیف وتالیف کی ابتدا سے لے کر ۱۳۵۰ھ تک کے ان تمام لوگوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے عربی میں کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ (۱)

امت محمدی کی علمی فتوحات

علم کی یہ خدمت، یہ علمی سرگرمیاں اور یہ علمی فتوحات جس نے آفاق کی وسعتوں کو اپنی گرفت میں لے لیا، اور جغرافیائی حدود جس کے سیلاب کو نہیں روک سکے، کہاں ملیں گی، پھر یہ علمی سرگرمیاں اس مبارک امت کے حصہ میں کہاں سے آگئیں جس کے محبوب نبی کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ﴾ (سورة الأعراف: ۱۵۷) "امی نبی جسے وہ اپنے یہاں لکھا ہوا پاتے ہیں، توراۃ وانجیل میں۔"

اس کا راز یہ ہے کہ "نبی امی" پر نازل ہونے والی پہلی وحی نے علم کو سراہا ہے اور قلم کی تعریف کی ہے۔

(۱) اس کتاب کی چار جلدیں ریاست حیدرآباد کے خرچ سے بیروت میں چھپی تھیں۔ (ح)

Marfat.com

دنیا کے قدیم مذاہب کا حال

حضرات! یہاں ہماری آپ کی اس دنیا میں ایسے مذاہب بھی ہیں جنھیں علم کی موت میں اپنی زندگی نظر آتی ہے، وہ علم کی شکست کو اپنی فتح و کامرانی اور علم کی ناکامی کو اپنی کامیابی اور ترقی سمجھتے ہیں، ان کے ساتھ علم کا اجتماع ایسا ہی ہے جیسے تیز و تند ہوا اور مچھروں کا ایک جگہ جمع ہونا، کہا جاتا ہے کہ مچھروں نے ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں ہوا کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ یہ تند و تیز ہوا ہم کو بہت تنگ کرتی ہے، اس کے مظالم سے ہم عاجز ہیں، جب بھی یہ ہوا چلتی ہے ہمیں راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے، سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مقدمہ کے فیصلہ کے لیے مدعی علیہ کی موجودگی ضروری ہے، اور ہوا بلائی گئی تو اس کے آتے ہی مچھروں کا کہیں کوئی پتہ نہیں تھا، پھر انھوں نے کہا کہ جب مدعی ہی غائب ہے، تو ہم اس میں فیصلہ کیسے دے سکتے ہیں؟ دنیا کے بہت سے قدیم مذاہب کا یہی حال ہے۔

اسلام کا معاملہ

لیکن اسلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے، اسلام نے دین کی قسمت کو علم کے ساتھ اور علم کی قسمت کو دین کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، ایک کی ترقی دوسرے کی ترقی کے ساتھ اور ایک کا انجام دوسرے کے انجام کے ساتھ مربوط ہے، دین علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور صحیح علم کا دین کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام نے علم کی فتوحات میں اضافہ کیا ہے، اور علم کی اکائیوں (Units) کو باہم مربوط و منسلک کرنے والی کڑی دریافت کر لی ہے، علم کی اکائیاں بکھری ہوئی تھیں، بلکہ ایک دوسرے کے متضاد اور باہم دست و گریباں تھیں، طبعیات کا علم دین کے خلاف سمجھا جاتا تھا، اور فلسفہ مذہبی عقائد کا مخالف تھا، لیکن ہمارے علماء نے اس تضاد و اختلاف کو دور کیا، ان میں باہم صلح کرادی، انھوں نے علم و حکمت اور دین و عقائد میں تطابق کے موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کیں، اس طرح اسلام نے علم کی زبردست خدمت کی، اس کو ترقی دی، اور ہر زمانہ اور ماحول میں ترقی کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کر دیا کہ اس کی اکائیوں کو جوڑنے اور باہم مربوط کرنے والی وحدت دریافت کر لی، یہ وحدت کیا ہے؟ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت ہے:

Marfat.com

﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۹۱) ''اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب لایعنی نہیں پیدا کیا ہے، تو پاک ہے، سو محفوظ رکھ ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔''

اسلام نے ایک ایسی وحدت بھی تلاش کرلی ہے جو کائنات کی تمام اکائیوں کو باہم مربوط کرتی ہے، وہ اللہ کا ارادہ ہے، اللہ کے ارادہ کی وحدت کائنات کی تمام اکائیوں اور بظاہر مخالف ومتضاد عناصر کو ایک لڑی میں پروتی ہے۔

اسلامی کتب خانے

حضرات! دنیا میں کتب خانوں کی تاریخ بڑی قدیم اور بڑی وسیع ہے، اور کتب خانوں کا قیام اور کتابوں کے ذخیرے جمع کرنا مسلمان علماء، امراء، اور رؤساء کی قدیم دلچسپی (Hobby) رہی ہے، تاریخ ادب عربی میں آتا ہے کہ صاحب بن عباد کے ذاتی کتب خانہ میں چھ ہزار دوسو کتابیں تھیں، (۱)، عربی کے مشہور شاعر ابوتمام نے اپنی لازوال کتاب ''حماسہ'' عراق کے مشرقی علاقہ کے امیر ابوالوفاء بن مسلم کے کتب خانہ میں مرتب کی، ابوتمام وہاں سے گزر رہا تھا کہ برف باری کی وجہ سے راستے بند ہوگئے، اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ابوالوفا کے کتب خانہ میں موجود شعراء کے دواوین کا بہترین انتخاب جمع کیا، اور اس کا نام دیوان الحماسہ رکھا (۲)، اسی طرح اور بہت سی کتابیں ذاتی کتب خانوں میں لکھی گئیں، ہندوستان میں علماء اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے ہی نہیں بلکہ امراء و رؤساء کو بھی کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا، (۳) ہندوستان کے بہت سے نواب، زمین دار اور تعلقہ دار انگریز کے زمانہ میں اور اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اپنے ذاتی کتب خانے رکھتے تھے، اگرچہ وہ خود ان سے کوئی خاص نفع نہیں اٹھا سکتے تھے، پھر بھی کتابیں جمع کرتے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ان کے پاس ایک اچھا کتب خانہ ہے، اور بڑے علماء ومحققین ان کے مہمان ہوتے ہیں، تو اس قیام سے اکتاہٹ نہیں محسوس کرتے بلکہ کتب خانہ میں موجود

---

(۱) معجم الأدباء ۹۷/۷ (ح) (۲) شرح الحماسة للتبریزی ۵/۱-۴ (ح) (۳) مثال کے طور پر نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی، علی گڑھ اور نواب سالار جنگ حیدر آباد کے کتب خانوں کا ذکر کافی ہے۔ (ح)

Marfat.com

کتابوں سے دل بہلاتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مختلف علوم وفنون میں مسلمانوں کی تصنیفات کا جائزہ پیش کرنے والی کتابوں کا مثلاً پانچویں صدی ہجری میں ابن ندیم کی "الفهرست"، گیارھویں صدی ہجری میں حاجی خلیفہ حلبی کی "کشف الظنون"، اور موجودہ دور میں کارل بروکلمان کی "تاریخ الأدب العربي" اور فواد سزگین کی "تاریخ التراث العربي" پر ایک نظر علمائے اسلام کے تصنیفی ذوق وشوق اور علوم کے مختلف موضوعات اور میدانوں میں ان کی جدوجہد کے ثمرات کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے، تصنیف وتالیف کی اس علمی اور مبارک تحریک میں اسلام کے مرکز اور علوم اسلامیہ کے اصل سرچشموں سے بہت دور، برصغیر ہند کا زبردست حصہ (Contribution) اس تحریک کی عالم گیری کی واضح ترین دلیل ہے، ہندوستان کے مشہور محقق ومؤرخ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ (م ۱۳۴۱ھ) کی کتاب "الثقافة الإسلامية في الهند" پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ مختلف علوم وفنون پر علمی وتحقیقی کام میں ہندوستان کا کتنا اہم حصہ رہا ہے۔

ملت اسلامیہ کا امتیاز

علوم وفنون اور اقوام وملل کی تاریخ کے محدود مطالعہ کی حد تک مجھے نہیں معلوم کہ کسی بھی قوم نے صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اخلاص کے ساتھ صرف علم کی خدمت کے لیے اس انہماک وشغف کا مظاہرہ کیا ہو جس کا ثبوت ملت اسلامیہ نے پیش کیا ہے۔

کتب خانوں کا کردار

نئی نسل کی تربیت اور اس کے ذہن وفکر کی تشکیل، ذوق کی ساخت وپرداخت میں اور اسلام کے وسیع اور عمیق مطالعہ اور فہم کی بنیاد پر قائم باشعور اصلاحی تحریکات کے قیام کے لیے ذہن اور زمین تیار کرنے میں کتب خانوں کا کردار بڑا اہم اور مؤثر ہوا کرتا ہے، اور ہمیں خدا کے فضل سے امید ہے کہ یہ کتب خانہ بھی اس اہم اور مبارک مقصد میں مفید ومعاون ثابت ہوگا۔[1]

(۱) ماہنامہ "رضوان"، لکھنؤ (شمارہ مئی ۱۹۸۴ء)۔

Marfat.com

مسلمانوں کی عمومی تعلیم وتربیت

امیوں کی تعلیم وتربیت

سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت ایک ایسی قوم میں ہوئی جو تقریباً سب کی سب ناخواندہ تھی، یہاں تک کہ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وتعلیم کے تذکرے میں اس قوم کو امیین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (سورة الجمعة:۲)

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ (سورة الجمعة:۲) ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں کا بھیجا۔''

اس جہالت کے ساتھ ضلالت کے ایسے درجے میں تھی جس کے لیے قرآن مجید کے ان الفاظ سے زیادہ واضح اور کیا ہو سکتے ہیں:

﴿وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ﴾ (سورة الجمعة:۲) ''اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی اور بھلاوے میں پڑے ہوئے تھے۔''

﴿وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ﴾ (آل عمران:۱۰۳) ''تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے۔''

اس خدا نا آشنا اور حرف ناشناس قوم کو صرف کتابی تعلیم دینی نہ تھی، بلکہ کتاب وحکمت کا عملی علم بخشنا، مہذب وآراستہ، پاکیزہ سیرت اور فرشتہ خصلت اور ساری دنیا کا علم وہادی ومصلح بنانا تھا۔

Marfat.com

﴿ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (سورة الجمعة: ٢) ''(رسول) ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کو سنوارتا اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔''

اتنی بڑی قوم میں انقلاب کرنے کے لیے ایسی حالت میں کہ وہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی رغبت و آمادگی نہیں رکھتی تھی، بلکہ کچھ سننے کے لیے بھی تیار نہ تھی، کوئی بڑی سے بڑی درسگاہ یا بکثرت درسگاہیں غیر مفید اور ناکافی تھیں، چہ جائیکہ اس وقت کسی ایک تعلیم گاہ کا سامان بھی نہ تھا، اور کسی ایک تعلیم گاہ کے لیے بھی معلم اور طالب علم موجود نہ تھے، پھر اگر کوئی ایسی تعلیم گاہ یا متعدد تعلیم گاہیں قائم بھی ہو جاتیں تو ظاہر ہے کہ ان کا فائدہ اور اثر محدود ہوتا، اور نتیجہ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا کہ چند ذہین اور شوقین افراد پڑھ لکھ جاتے، ان میں علم کا زعم اور فخر پیدا ہو جاتا، اور وہ اپنے کو ایک نوع اور ممتاز طبقہ سمجھنے لگتے، اور اس طرح پوری قوم میں پھیلنے کے بجائے علم ایک جگہ بڑی مقدار میں جمع ہو جاتا۔

علم سے پہلے ایمان

رسول اللہ ﷺ نے اس عمومی انقلاب حال کے لیے اللہ کی ہدایت سے جو طریقہ اختیار فرمایا، وہ اپنی کامیابی اور نتائج کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے، اور اپنی حکمت و سہولت میں بھی، آپ نے اس میں پہلے دین کی طلب اور علم دین کی ضرورت کا احساس پیدا کیا، اور اللہ کے وعدوں پر یقین کرنا سکھایا، ایک صحابیؓ کا قول ہے:

''تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ'' (۱): ''ہم نے پہلے اللہ کی باتوں پر یقین کرنا سیکھا پھر قرآن کا علم حاصل کیا۔''

اسی ایمان کی قوت اور اسی طلب صادق میں انھوں نے گھر چھوڑا، مشقتیں برداشت کیں، ان میں سے ہر ایک اپنی نجات اور ہدایت کے لیے ضروری علم حاصل کرنے

(۱) روى ابن ماجه في سننه عن جندب بن عبدالله قال: كنا مع النبي ﷺ ونحن فتيان حزاورة، فتعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن، ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيماناً. (كتاب السنة، باب في الإيمان، حديث رقم ٦١)

Marfat.com

کی کوشش کرتا، اس کے لیے سفر کو عبادت، اس کی مشقت کو جہاد اور اس کی راہ کی موت کو شہادت سمجھتا، اور ہر معلم اپنا دینی فریضہ سمجھ کر جو خود جانتا وہ دوسرے کو سکھاتا۔

متحرک اور عملی درسگاہ

اس تعلیم و تعلم کی ساخت شروع سے ایسی رکھی کہ علم کے ساتھ عمل، عمل کے ساتھ علم، علم کے ساتھ تعلیم اور تعلیم کے ساتھ تعلم کا سلسلہ چلتا رہتا، پوری اسلامی آبادی ایک متحرک اور وسیع عملی درسگاہ تھی، جس میں ہر ایک اپنے لیے طالب علم تھا اور دوسرے کے لیے معلم، اس علم کے سبق تنہائیوں میں نہیں یاد کیے جاتے تھے، بلکہ لوگوں میں یاد کرانے میں، دین کو لوگوں میں پھیلانے میں اور اس کی خاطر تکلیفیں جھیلنے اور اس راہ میں جو مصائب پیش آئیں ان کو خوشی سے گوارا کرنے میں، اس کے نقوش دل پر ثبت کیے جاتے تھے، تعلیم و اصلاح اور تزکیۂ نفس کا کام لوگوں کے ملنے جلنے، معاملہ کرنے اور عملی زندگی ہی میں انجام کو پہنچتا تھا، یوں سمجھیے کہ وہاں پانی میں پیرنے کے اصول و قواعد خشکی پر نہیں بتائے جاتے تھے، بلکہ زندگی کے منجدھار میں ڈال کر ہاتھ پاؤں مارنے کی مشق کرائی جاتی تھی، جس شخص نے کلمہ سیکھ لیا اور خدا اور رسول کو برحق مان لیا، وہ رزق طلبی کے بجائے خدا طلبی میں لگ گیا، اور اس نے غرض پروری کے بجائے دین پروری میں اپنی جان کو بے قیمت بنا دیا، وہ اسلام لاتے ہی آزمائشوں کی بھٹی میں پڑ گیا، اور امتحان کی کسوٹی پر چڑھ گیا، اور تھوڑی مدت میں خالص سونا بن کر نکلا۔

نقوش کے بجائے نفوس

یہ تعلیم عملی تھی، جو جہاد کے میدانوں اور کاروبار کی مشغولیتوں، خانگی زندگی کے جھمیلوں اور سفر کی منزلوں میں ہوتی تھی، اس تعلیم کا ذریعہ کتابوں کے جامد نقوش نہ تھے، بلکہ چلتے پھرتے نفوس تھے، جن کی صحبت و رفاقت سے ہر موقع اور ہر ضرورت کی عملی تعلیم ملتی، جن کے ساتھ رہ کر دین کے صرف نظریات و وسائل ہی معلوم نہ ہوتے بلکہ اس کا سلیقہ اور ملکہ پیدا ہوتا، جس طرح اہل زبان میں رہ کر زبان سیکھی جاتی ہے اور مہذب و شائستہ لوگوں کی

Marfat.com

صحبت واختلاط سے تہذیب وشائستگی اور حسن معاشرت کی تعلیم حاصل کی جاتی تھی، اسی طرح اہل دین کے ساتھ رہ کر بالکل فطری طریقہ پر دین کی تعلیم وتربیت حاصل کی جاتی تھی، یہ دین کی تعلیم کا ایسا ہی فطری، سہل اور عمومی طریقہ ہے جیسا اہل زبان کی صحبت سے زبان سیکھنے کا۔

صحبت واختلاط سے دین اور علم دین سکھانا، کتابوں کے نقوش کے بجائے انسانی نفوس کے ذریعہ تعلیم دینا انبیاء (علیہم السلام) کا امتیاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا بالخصوص طرز خاص ہے، آپ کے یہاں ایک کتاب سے لے کر دوسری کتاب میں نقل کرنا نہیں تھا، آپ صاحبِ عرش سے لیتے تھے، اور قلوب خلق پر لکھتے تھے، پھر ان کے ذریعے دوسروں کو تعلیم دیتے تھے، اس طرز سے بلا کسی ساز وسامان کے لاکھوں انسان بہت تھوڑے وقت میں ضروری علم حاصل کر سکتے ہیں، اور اس تعلیم میں بے عملی اور بے اثری کے وہ نقائص بھی نہیں ہیں جو محض نقلی تعلیم میں پائے جاتے ہیں۔

کتابیں حقیقت میں میزان کا درجہ رکھتی ہیں، جن سے غلطی اور صحت معلوم کی جاسکتی ہے، کیونکہ بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

> ”مَنْ كَانَ مُسْتَنّاً فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ.“(۱) (جس کو اپنے لیے کسی کو نمونہ بنانا ہو وہ سلف کو نمونہ بنائے، اس لیے کہ زندہ، دورِ آزمائش میں ہے، اس کی طرف سے تغیر کا اطمینان نہیں۔)

اور سلف کی اقتداء کا بڑا ذریعہ کتاب ہے، اس سے مطابقت ضروری ہے، مگر کتابوں اور قلمی صحیفوں سے پورا نفع صحبت اور عملی نمونہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اور صحبت اور عمل ہی سے ان کتابوں سے استفادہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے، لیکن غلطی یہ ہوئی کہ کتابوں ہی کو علم دین کے حصول کے لیے کافی سمجھا جانے لگا۔

نیز کتابی تعلیم پر اکتفا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم دین کا حصول ایک نہایت دشوار اور طویل عمل بن کر رہ گیا، اور اس کا دائرہ بہت محدود ہوگیا، مشغول اور معذور لوگ علم سے محروم

(۱) رواه رزين، كذا في مشكاة المصابيح للتبريزي، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب و السنة، حديث رقم ۱۹۳

Marfat.com

اور اس کے حصول سے مایوس ہو گئے، اور امت کا ایک نہایت مختصر گروہ جو زندگی کا ایک معتد بہ حصہ مذہبی تعلیم کے لیے فارغ کر سکتا تھا اور اپنے کو اسی کے لیے وقف کر سکتا تھا، وہی دین کے تعلیم و تعلم کے لیے مخصوص و نامزد ہو کر رہ گیا، اور مسلمانوں کی بڑی جماعت علم دین سے بے بہرہ اور اس کے حصول سے بالکل ناامید ہو گئی۔

نیز اگر یہ صحیح ہے کہ معلم کا اثر متعلم پر پڑتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ کتابوں کے جامد نقوش سے جمود پیدا ہوگا اور متحرک و سرگرم انسانوں سے حرکت و سرگرمی اور عمل کی طاقت پیدا ہوگی، اسی طرح دین کا فہم صحیح اور حکمت عملی بھی صحبت و رفاقت اور حرکت و عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی کہ ایک صحیح حرکت ہزار پردے اٹھا دیتی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے صحبت و خدمت ہی سے دین اور علم دین حاصل کیا اور اپنے دین و علم کی خصوصیات میں قیامت تک ممتاز ہیں، ان کو دین کی حقیقت اور علم کی روح اور اس کا مغز حاصل تھا، ان کے اس امتیاز کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ سے زیادہ گہرے اور سچے الفاظ نہیں مل سکتے:

”أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، كَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوباً، وَ أَعْمَقَهَا عِلْماً، وَ أَقَلَّهَا تَكَلُّفاً.“(۱)

”صحابہ اس امت میں سب سے افضل، سب سے زیادہ دل کے سچے، علم کے گہرے اور تکلف سے دور تھے۔“

علم دین کے لیے سفر و ہجرت

مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ ایک خاص چیز یہ تھی کہ مسلمانوں کو ضروری علم دین حاصل کرنے کے لیے اپنے ماحول سے نکلنے اور ان مشاغل کو عارضی طور پر چھوڑنے کی دعوت دی گئی جن میں وہ منہمک تھے، اور جن کی موجودگی میں وہ علم کے لیے یکسو اور فارغ البال نہیں ہو سکتے تھے، اور اس ماحول اور اپنے مخصوص حالات میں اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی اور مؤثر انقلاب پیدا نہیں کر سکتے تھے، ہجرت کے بعد مدینہ ہی ایک ایسا مرکز تھا جس میں پورا اسلامی ماحول پایا جاتا تھا

(۱) أيضاً

Marfat.com

اور دین وہاں زندہ اور متحرک شکل میں دیکھا جاسکتا تھا، اس لیے عرب کے تمام نئے مسلمانوں کو اپنے اپنے مقامات سے اس اسلامی ماحول میں آنے اور دین سیکھ کر جانے کی دعوت دی گئی:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (التوبة:۱۲۲)

”اور ایسے تو نہیں کہ مسلمان سارے کے سارے نکل جاویں، پس کیوں نہ نکلے ہر جماعت میں سے اس کا ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں، اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف لوٹ کر آئیں شاید کہ وہ بچیں اور ڈریں۔“

دین اور علم دین کے حصول کے لیے کسی درجہ کی عملی جدو جہد، مالی و جانی ایثار و قربانی اور جسمانی محنت و مشقت کی بھی شرط تھی، دین کی محبت و طلب صادق کا امتحان یہ تھا کہ انسان اس کی خاطر اپنے مالوفات کو (جن چیزوں سے وہ مانوس ہے) چھوڑ دینے کے لیے تیار ہو جائے کہ انسان کے لیے سب سے بڑا جہاد مالوفات کا ترک اور نفس کی مخالفت ہے، یہ بات ترک وطن میں بآسانی حاصل ہوتی ہے، کہ وطن صدہا مالوفات و مرغوبات کا جامع ہے اور اس کی مفارقت نفس پر بے حد گراں ہے، اسی کا نام قرآن و حدیث کی وسیع اصطلاح میں ”ہجرت“ ہے، منافقین کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (النساء:۸۹)

”ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑیں۔“

یہ آیت مدنی ہے اور یہ معلوم ہے کہ منافقین مدینہ اور اطراف مدینہ ہی میں پائے جاتے تھے، سورۂ توبہ کی آیت ہے:

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ، وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۰۱)

”بعضے تمہارے گرد کے گنواروں میں سے منافق ہیں، اور بعضے مدینہ والے، کہ نفاق پر پختہ اور خوگر ہو گئے ہیں۔“

Marfat.com

اس لیے اس سے مراد یا تو اطراف وجوانب کے منافقین کی مدینہ کی جانب ہجرت ہے یا منافقین مدینہ کا راہ خدا اور جہاد فی سبیل اللہ میں عارضی ترک وطن اور مسافرت وغربت۔

حقیقت یہ ہے کہ ذاتی جدوجہد اور شخصی طلب اور عزم کے بغیر دین اور علم دین کے صحیح ثمرات حاصل نہیں ہونے پاتے، دین کی اللہ کے یہاں جو قدر ہے اس کے اور اللہ کی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو بلا طلب مل جائے، بہرحال اللہ تعالیٰ نے ہدایت ورحمت کو اپنے راستہ میں جدوجہد کے ساتھ وابستہ کیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ (سورة البقرة:۲۱۸)

"جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے وطن چھوڑا اور لڑے اللہ کی راہ میں، یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔"

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں ایک صاحب کو جو خط و کتابت کے ذریعہ استفادہ کرتے تھے، تحریر فرمایا ہے:

"الأجر على قدر النصب (اجر بقدر مشقت) ڈاکیوں کی اور وسائط کی دوڑ دھوپ ہرگز اپنی ذاتی مشقت کا بدل نہیں ہوسکتی، عادات خداوندی عموماً دین میں اپنی جدوجہد کی مقدار کے ساتھ وابستہ ہیں، آدمی کسی مقصد کے لیے جتنا اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اور تکالیف کو جھیلنے کے ذریعہ اپنے حالات، جوارح، قلب اور قوتوں کی شکستگی اور تعب و انکسار کو پہنچتا ہے، اتنا ہی حق تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا سبب ہوتا ہے، کسی راہ کی ذلت کو اٹھائے بغیر اس کی عزت کو پہنچنا عادتاً نہیں ہوتا۔"

ایک دوسرے گرامی نامہ میں فرماتے ہیں:

"ہم مادیات میں اس وقت ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ طبائع کا طبائع سے حصہ لینے کا دستور چھوٹ چکا، اور عملی جدوجہد میں خون پسینہ ایک کرکے اور جہد کا حق ادا کر کے جو شریعت کے تعلم و تعلیم کی اصلی

Marfat.com

صورت تھی معدوم کر کے اب افادہ واستفادہ بیچاری ایک زبان ہی کے اوپر رہ گیا ہے۔"

ایک تیسرے والا نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ جل جلالہ، وعم نوالہ، نے اپنی سنت ازلیہ میں- جو نا قابل تبدیل اور غیر لائق تحویل ہے- ہدایت کو جد وجہد کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، سو جد و جہد کرتے کرتے جو چیز خود طبیعت پر منکشف ہو، وہ طبیعت کا مشرح کرنے والا، حقیقتِ علم کو کھولنے والا، طمانیتِ حقیقیہ اور ذوقِ ایمان کا ذائقہ چکھانے والا، اور دل و دماغ کو کسی نا قابل بیان کیفیت سے متکیف اور حقیقت آشنا کرنے والا علم ہے، اور جو سچی اور واقعی بات بلا جد وجہد محض تقریر اور تحریر سے پیدا ہو وہ محض زعم کا پیدا کرنے والا علم اور حقیقت کا حجاب ہے جس کو بزرگوں نے "العلم الحجاب الأكبر" لکھا ہے، یہی راہ مولیٰ میں سد سکندری ہے۔"

دینی تعلیم اور دعوت کے لیے جد وجہد

قرآن وحدیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ دین کا ضروری علم حاصل کرنا، دین کی تعلیم دوسروں تک پہنچانا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اور دین کے فروغ اور عروج کی کوشش کرتے رہنا، ہر مسلمان کا فریضہ اور جزوِ زندگی ہے، عہد رسالت میں ہر مسلمان خواہ وہ کاشتکار ہو یا تاجر، فقیر ہو یا دولت مند، جاہل ہو یا عالم، طلبِ دین اور خدمتِ دین کے لیے کچھ وقت صَرف کرتا تھا، فراغت وفرصت میں وہ کسب معاش اور ضروری مشاغل زندگی میں بھی مشغول رہتا تھا، لیکن دینی ضرورت کے وقت اس کو سارے مشاغل کو ملتوی کر کے اس میں شرکت کرنی ضروری تھی، جنھوں نے اس میں پہلو تہی کی یا اپنے مشاغل و مالوفات کو ترک نہ کر سکے ان کے عتاب سے سورۂ توبہ لبریز ہے، حضرت کعب بن مالکؓ جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے، اس طرح معتوب ہوئے کہ اسی شہر مدینہ کو- جس کی رونق اور دلچسپیوں میں وہ باقی رہ گئے تھے- ان کے لیے عملاً شہر خموشاں بنا دیا گیا جہاں اس

Marfat.com

بھرے شہر میں ان سے کوئی بات کرنے والا اور ان کی بات کا جواب دینے والا نہ تھا۔

ایک بڑا انقلاب یہ ہوا کہ دین کا سیکھنا اور دین کی خدمت اور اس کے لیے سعی وعمل فرداً فرداً ہر مسلمان کا ضروری جزوِ زندگی اور فریضہ نہیں رہا، بلکہ مجموعی طور پر امت کے کاموں کا ایک جزو بن کر رہ گیا، اس کے لیے امت کے چند افراد مخصوص کر دیے گئے اور عام افراد اس سے مستثنیٰ اور معاف سمجھ لیے گئے، حالانکہ قرآن مجید میں مسلمانوں کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

﴿وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ (التوبة:۷۱)

”اور ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیک بات سکھاتے ہیں، نماز کو قائم رکھتے ہیں، اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں۔“

اس موقع پر مسلمانوں کو ایمان کی صفت کے ساتھ یاد کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال مومنین کے عمومی کام ہیں اور ایمان کی علت ہیں۔

یہ تغیر ایک طرح کی عملی تحریف تھی جو مسلمانوں کی زندگی میں پیش آئی، عہد رسالت اور صحابہؓ میں کوئی ایسا استثناء اور تخصیص نہ تھی، طلب دین اور خدمت دین اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق ایک عمومی فریضہ تھا جس سے نہ مدینہ کا تاجر مستثنیٰ تھا، نہ کاشتکار و مزارع، انصارؓ کی ایک جماعت نے جب کچھ مدت کے لیے اپنے کاروبار کی اصلاح وخبر گیری اور گھر رہنے کے لیے جہاد سے رخصت چاہی کہ اب تو اسلام کی اشاعت بہت ہوگئی ہے، اور اس کے خدمت گزار بہت پیدا ہوگئے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (سورة البقرة:۱۹۵) ”اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔“(۱) گویا خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش سے علاحدگی خودکشی کے مرادف ہے۔

(۱) روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ، ابوداود (۲۵۱۲) وترمذی (۲۹۷۲)

Marfat.com

اپنے مشاغل کے ساتھ دین کی تعلیم اور خدمت

دوسرا ایک خطرناک خیال یہ پیدا ہو گیا کہ ہم سب معاش کے ساتھ دین کا علم حاصل نہیں کر سکتے، اور دین کی خدمت انجام دینے کے اہل نہیں، اگر ہم اس کا حوصلہ رکھتے ہیں تو ہم کو اپنے معاشی مشاغل کو یک قلم خیر باد کہہ دینا چاہیے، ظاہر ہے کہ یہ قربانی اور یہ اہم اقدام بہت تھوڑے اہل ہمت کر سکتے ہیں، اس لیے دین کے طالب علم اور دین کے خادم کمیاب اور رفتہ رفتہ عنقا کی طرح نایاب ہونے لگے، اور عام مسلمان جو اپنے مشاغل اور اہل و عیال کی خدمت میں منہمک تھے اور ان کو ترک نہیں کر سکتے تھے، ناامید اور خدمت دین کی سعادت سے اپنے کو محروم سمجھنے لگے اور بالآخر ان مشاغل پر ان کو دنیاوی مشاغل سمجھتے ہوئے قانع ہو گئے، ﴿وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَأَنُّوا بِهَا﴾ (سورۃ یونس: ۷) کے مصداق بن کر طلب علم کی سعادت وحصول دین کی نعمت اور خدمت دین کی دولت سے محروم دنیا سے خالی ہاتھ چلے گئے، حالانکہ صحابہ کرامؓ خدمت دین کے علاوہ اپنے معاشی مشاغل رکھتے تھے، ان میں بکثرت تاجر تھے، مزارع بھی تھے، اہل حرفہ بھی تھے، لیکن نہ انھوں نے طلب علم چھوڑا اور نہ دین کی خدمت سے مستغنی ہوئے۔

ان میں جو لوگ خاص طور پر "قُرَّاء" طالب علم اور عالم کہلاتے تھے، ان کا بھی حال یہ تھا کہ دن کو مزدوری یا تجارت کرتے تھے، اور رات کو پڑھتے تھے:

> عن أنس بن مالك قال: أفلا أحدثكم عن إخوانكم الذين كنا نسميهم على عهد رسول الله ﷺ القرّاءَ؟ فذكر أنهم كانوا سبعين، فكانوا إذا جنّهم الليل انطلقوا إلى معلِّمٍ لهم بالمدينة، فيدرسون اللّيلَ حتى يصبحوا، فإذا أصبحوا فمن كانت له قوة استعذب من الماء و أصاب من الحطب، و من كانت عنده سعة اجتمعوا فاشتروا الشاة و أصلحوها فيصبح ذلك معلقا بحجر رسول الله ﷺ .

Marfat.com

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: کیا میں تمھیں تمھارے ان بھائیوں کے متعلق خبر نہ دوں جن کو ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں "قُرّاء" کے نام سے پکارتے تھے، وہ تعداد میں ستّر تھے، رات کو مدینہ میں اپنے استاد کے پاس جاتے اور صبح تک پڑھتے رہتے، صبح کو ان میں سے جو طاقتور ہوتے وہ میٹھا پانی بھر کر لاتے اور مزدوری کرتے، یا لکڑی کاٹ کر لاتے اور فروخت کرتے، جن کو گنجائش ہوتی وہ جمع ہو کر بکری خرید لیتے، اس کو بنا لیتے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے حجروں کے پاس لٹکی رہتی۔ (۱)

اس طلب علم کا اتنا اہتمام تھا کہ اگر بعض لوگ روزانہ مجلس نبوی میں حاضر نہ ہو سکتے تو باری باری سے ایک دن حاضر ہوتے اور جو کچھ اس مجلس میں پیش آتا اس کی اپنے رفیق کے ذریعہ اطلاع حاصل کرتے، جس دن وہ حاضر نہ ہو سکتے اس دن ان کو ایک بے کلی سی رہتی، اپنے کام میں ہوتے لیکن "دست بکار دل بیار"، دل لگا رہتا کہ معلوم نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

إنّي كنتُ و جارٌ لي من الأنصار في حي بني أمية بن زيد -و هي من عوالي المدينة- و كنا نتناوب النزول على النبي ﷺ، فينزل يوماً و أنزل يوما. فإذا نزلت جئته من خبر ذلك اليوم من الأمر و غيره، و إذا نزل فعل مثله. (۲)

ترجمہ: "میں اور میرا انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید کے محلّہ میں (جو مضافات مدینہ میں تھا) رہتے تھے، ہم دونوں باری باری آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے، ایک دن وہ حاضر ہوتا اور ایک دن میں، جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کی اطلاع اور احکام وغیرہ اس کو پہنچا دیتا، اور جس دن وہ حاضر ہوتا اس دن کی اطلاعات اور احکام مجھے پہنچا دیتا۔"

(۱) رواه الإمام أحمد بن حنبل في مسنده : ۱۳۷/۳ ، حديث رقم ۱۲۴۲۹

(۲) صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب الغرفة و العلية، حديث رقم ۲٤٦٨

Marfat.com

طریق کار

(۱) بس آج یہ امت کی بڑی ضرورت ہے کہ دین کے سیکھنے کا نبوی اور فطری طریقہ دوبارہ زندہ کیا جائے، کتابی نقوش کے ساتھ زندہ نفوس سے استفادہ کو۔ جو کہیں زیادہ آسان اور عمومی طریق تعلیم ہے۔ ضم کیا جائے، متمکن دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت کچھ چلتی پھرتی درسگاہیں، جیتی جاگتی خانقاہیں اور بولتے چالتے صحیفے ہوں جو علوم نبویہ کے ان سمندروں سے (دینی مدارس) مشکیں بھر بھر کر عام زندگی کی کشت زاروں میں تاجروں کی تجارتوں، مزارعین کی زراعتوں اور اہل صنعت کی صنعتوں میں دین کا آب حیات پہنچائیں۔

(۲) دین کے لیے عملی جدوجہد، علم کے لیے نقل وحرکت اور سعی وعمل کو۔ جس کا رواج مدت دراز سے جاتا رہا۔ پھر فروغ دیا جائے کہ اسلام کی فطری ساخت اور علم دین کی وضع وفطرت یہی ہے اور اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے۔

(۳) دین کی تعلیم وتعلم اور دین کی خدمت وسعی کو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بنانے کی کوشش کی جائے اور اس کی دعوت دی جائے کہ مسلمان اپنے مشاغل وفکر معاش کو اس کے ماتحت کر دیں کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورة الذاریات: ۵۶) کے ارشاد کے مطابق اصل زندگی یہی ہے اور ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۱۰) کی تصریح کے مطابق مسلمان اسی لیے پیدا ہوا ہے، البتہ اس سے جو وقت بچے وہ راحت اور بے کاری کے بجائے حصول معاش میں صرف کیا جائے کہ "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ"[۱] "اللہ تعالیٰ کمانے والے مومن کو دوست رکھتا ہے۔"

(۴) جو لوگ عموماً اپنے ماحول میں گھرے رہ کر اور اپنے مشاغل ومعمولات میں پھنس کر دین حاصل کرنے کے لیے وقت نہیں نکال سکتے، نہ اس کی طرف پوری توجہ کر سکتے

(۱) رواه البيهقي في شعب الإيمان، الثالث عشر من شعب الإيمان، باب التوكل بالله عز وجل والتسليم لأمره تعالىٰ في كل شيء، حديث رقم ۱۲۳۷

Marfat.com

ہیں اور نہ اس کے پورے اثرات قبول کر سکتے ہیں، اس لیے ان کو عارضی ترک وطن اور غربت کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے جس میں وہ کچھ مدت کے لیے یکسو اور فارغ البال ہو کر دین حاصل کر سکیں اور اہل دین کی صحبت و خدمت سے استفادہ کر سکیں، ایک شرعی نظام اور ایک دینی زندگی میں رہنے کی ان کو عادت پڑ سکے، ان کے لیے اور ان کے رفقاء کے ذریعہ ایک بہتر دینی ماحول بنایا جائے جو ان کو اپنے وطن اور مشاغل میں میسر نہیں آ سکتا، ان کا یہ نکلنا خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے مفید و مبارک سبق آموز اور انقلاب انگیز ہو۔ (۱)

---

(۱) ''ایک اہم دینی دعوت'' از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی؛ شائع کردہ: ادارہ اشاعت دینیات لمٹیڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، (ص ۵ تا ۲۰)۔

Marfat.com

انسانی علوم کے میدان میں

اسلام کا انقلابی و تعمیری کردار (۱)

الحمد للہ وحدہٗ و الصلاۃ و السلام علی من لا نبي بعدہٗ.

معذرت اور وضاحت

حضرات! سب سے پہلے تو میں انسانی علوم کے میدان میں اسلام کے کردار کو "انقلابی" قرار دیتے ہوئے اس لفظ کے استعمال کے لیے معذرت خواہ ہوں، کیونکہ اس لفظ سے منفی و تخریبی اور بعض اوقات شدید اعصابی دوروں کی ایک طویل تاریخ وابستہ ہے، اور یہ اسلام کے مثبت اور تعمیری و اصلاحی کردار اور اس کے ماخذ (وحی الٰہی) کے شایانِ شان نہیں ہے، جو ہر قسم کے ردِ عمل اور جذباتیت سے بالاتر ہے، اس وحی کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے:

تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ. (سورۃ فصلت: ٤٢) دانا اور خوبیوں والے (خدا) کی اتاری ہوئی ہے۔

کچھ تحفظات و تفصیلات کے ساتھ اس لفظ کے استعمال کا جواز انسانی علوم کے میدان میں اسلام کے اس بنیادی و ہمہ گیر انقلابی کردار کی بنا پر ہوجاتا ہے جو اس نے جہالت کے ملبہ کی صفائی، فاسد بنیادی کے انہدام اور علم و فکر انسانی کے مرغزار سے خودرو اور فالتو خس و خاشاک کے خاتمہ، مفاہیم و مطالب کی تصحیح، حقائق کی توضیح اور دنیائے علم و عقل کی بنائے کہن کی جگہ تعمیرِ نو کی شکل میں انجام دیا ہے۔

(۱) ستمبر ۱۹۸۶ء میں الجزائر میں منعقد ہونے والے عالمی سیمینار (ملتقی الفكر الإسلامي) میں پڑھے گئے عربی مقالہ "دور الإسلام الإصلاحي الجذري في مجال العلوم الإنسانية" کا ترجمہ بقلم مولانا شمس تبریز خاں۔

Marfat.com

دنیائے قدیم کے عقائد عقلیات اور اخلاقیات کے جائزہ کی ضرورت

اسلام کے انقلابی و تعمیری کردار کی عظمت و وسعت کا محدود اندازہ اور اس کے کارنامے کا قدرے شعور اور اس کے مقاصد و مہمات کی تکمیل کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات و موانع کا ادنیٰ ادراک بھی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ہم اس قدیم دنیا کا جائزہ لیں جس میں اسلام پیغام ہدایت لے کر آیا، اور ان عظیم پیشرو اقوام کی تاریخ پر کچھ روشنی ڈالیں جو کم سے کم ۵۰۰ ق.م. سے ۵۰۰ء (ایک ہزار سال) تک دنیا کی علمی و عقلی اور مذہبی قیادت کے منصب پر فائز رہیں۔ (۱)

یونانِ قدیم اور دنیائے علم و عقل میں اس کا ساحرانہ و قائدانہ کردار

پوری دنیا کی علمی و فکری رہنمائی اور قیادت کرنے والے مکاتبِ فکر، اور متمدن دنیا میں مغربی یورپ سے لے کر برصغیر ہند کے آخری مشرقی کنارے تک کے دماغوں پر فرماں روائی کرنے والے ممالک کی صف اول میں ''یونان'' کا نام آتا ہے، ہمیں دنیا کی علمی و فکری تاریخ میں یونان کے سوا کسی ایسی قوم کا سراغ نہیں ملتا جسے علمی و فکری حلقوں میں ایسا مقام و احترام حاصل ہوا ہو، جس کو دنیا کے ذہن پر اپنا سکہ قائم کرنے کا ایسا طویل موقع ملا ہو، جس کو دنیا کے ذہین دماغوں نے مقدس و معصوم عن الخطأ ہونے کا درجہ دیا ہو، اور یہ صورت حال (فہم و شعور کے ساتھ یا تحیر و مرعوبیت کی بنا پر) تاریخ کی طویل مدت تک اور وسیع ترین رقبہ میں

---

(۱) فلسفۂ یونان کے عروج کا یہی زمانہ ہے، چنانچہ سقراط ۴۶۹ھ ق.م. میں پیدا ہوا اور ۳۹۹ ق.م. تک زندہ رہا، افلاطون ۴۲۷ھ ق.م. میں اور ارسطو ۳۸۵ ق.م. میں پیدا ہوا، اور فلسفہ و منطق، علوم ریاضیہ، طب و ادب میں یونانی مکتب فکر مشرق و مغرب کی براہ راست قیادت و رہنمائی چھٹی صدی مسیحی تک اور اس کے بعد تراجم کے ذریعہ (جب عربوں اور ایرانیوں نے اس کے افکار کی اشاعت اور اس کے علوم و فنون کی تعلیم و اشاعت کا بیڑا اٹھایا) صدیوں تک بالواسطہ مسلسل کرتا رہا۔ (ح)

Marfat.com

سیکڑوں ہزاروں برس تک قائم رہی ہو۔

یہاں قارئین کے سامنے بعض تاریخی شہادتیں اور فضلاء و محققین کے اعترافات پیش کیے جاتے ہیں، H.A.L. Fisher ''تاریخ عالم'' میں اپنے مقالہ ''دنیا کس حد تک یونان کی ممنون ہے؟'' میں لکھتا ہے:

''یورپین تہذیب کا منبع درحقیقت قدیم یونان ہے، اس کے مفکرین اور فن کاروں نے اپنے شاہکاروں میں انسان کو تلاش کیا اور فطرت کے معمہ اور حسن کی ترجمانی کی، یہاں اس قدر واضح حقیقت کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں، علم کی تمام شاخیں خواہ ان کا تعلق ریاضی اور طب سے ہو، فلسفہ کی کسی شاخ مابعد الطبیعیات، منطق، اخلاقیات و نفسیات سے یا ادب کی کسی قسم کی ہو، ان سب کی بنیادیں یونانی ہیں، اگر ہم افلاطون اور ارسطو کے تعلیمی نظریات سے صرف نظر کرلیں تو بھی یونانی زبان کے تین لفظ حروف تہجی (Alphabet)، اسکول (School) اور علمِ تعلیم و تدریس (Pedagogy) یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ یونانی ہی علم و فن کی راہ دکھانے والے تھے، عیسائی دینیات پر سامی اثرات کو ملحوظ رکھنے کے باوجود لفظ (Theology) جو یونانی الاصل ہے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ بھی بنیادی طور پر یونانیوں کی دین ہے۔''(۱)

W.G.De Burgh اپنی کتاب The Legacy of The Ancient World (دنیائے قدیم کا علمی و تہذیبی ترکہ) میں لکھتا ہے:

''کسی قوم نے زندگی اور علم کی حقیقتوں کو اتنی صاف اور واضح بصیرت کے ساتھ نہیں سمجھا، اور نہ انھوں نے اتنی باریکی سے بیان کیا

---

(۱) Universal History of The World-(ed.. J.A. Hammerton) London, Vol.III P.1555 (ح)

Marfat.com

جتنا یونان کے حکماء اور ماہرین فن نے کیا، ان کی حیرت انگیز ذہانت نے انھیں علم و عمل کو اس طرح الفاظ کے ذریعہ ظاہر کرنے کے قابل بنایا کہ آنے والی نسلیں ان کی رکھی ہوئی بنیادوں پر مطمئن ہی نہیں بلکہ اپنی عمارت کھڑی کرنے کے لیے ان کی ممنون رہی ہیں۔"(۱)

فلسفہ وعلوم ریاضیہ میں قدیم ہندوستان کا مقام

اس سیاق میں یونان کے معاً بعد قدیم ہندوستان کا نمبر آتا ہے، اگر ہم علمی لحاظ سے ہندوستان کی تعریف میں اُن مبالغہ کرنے والوں سے قطع نظر بھی کرلیں جو ہر عظمت و عبقریت کو ہندوستانی ثابت کرنے کے درپے رہتے ہیں، اور جو کہتے ہیں کہ ہندوستان کے فلاسفہ و ماہرین ریاضیات فلسفہ، ریاضیات اور طب میں یونان کے استاد رہے ہیں اور یونان ان کا خوشہ چیں اور غاشیہ بردار رہا ہے، تب بھی اس میں شک نہیں کہ فلسفہ وعلوم ریاضیہ اور طب میں ہندوستان کا نمبر یونان کے فوراً بعد آتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں سرل ہنری فلپس **Cyril Henry Philips** (سابق پروفیسر مشرقی تاریخ لندن یونیورسٹی) نے یہ اعتراف کیا ہے کہ:

"ہندوستان کا عظیم ترین کارنمایاں ذہنی وتہذیبی میدانوں میں ہے، اس کا مذہبی اور فلسفیانہ نظام اور سنسکرت ادب، انسانی ذہن کی سب سے پہلی کامیابی ہے، نحو و صرف (گرامر)، قانون، فن تعمیر، مجسمہ سازی، مصوری، مینا کاری، زیور بنانے، ہاتھی دانت تراشنے اور چوب کاری کو انھوں نے بہت ترقی دی، ہندوستان میں نو تک ہندسوں اور اس کے بعد صفر کے ذریعہ گنتی کا طریقہ معلوم کیا گیا۔(۲)

انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم کا مرتب **William L. Langer** ۳۲۰ء سے ۵۳۵ء تک کے ہندوستان کے رول کے بارے میں لکھتا ہے:

(۱) P. 117, London 1947 (ح) (۲) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۴ ص ۲۲۸ (۱۹۸۵ء ایڈیشن) (ح)

Marfat.com

''اس عہد میں ادبی تحریک کو بہت ترقی ہوئی اور ادبی ذخیرہ میں بہت اضافہ ہوا، اور کالی داس جیسا شاعر پیدا ہوا، جس کے قصوں اور ڈراموں نے بڑی شہرت پائی اور دنیا کی کئی زبانوں میں ان کا ترجمہ ہوا، اس عہد میں دوسرے فنون نے بھی بڑی ترقی کی، مثلاً معماری، نقاشی و مصوری اور طب، علوم میں ہیئت و ریاضی، علم الجبر (Algebra) و ہندسہ کے اصول مرتب ہوئے، ایک ہندوستانی ماہر ریاضی آریہ بھٹ نے زمین کی گردش کا بھی دعویٰ کیا۔''(۱)

ایران اپنی وسعتِ سلطنت اور تمدن کے نقطۂ عروج پر

یونان و ہندوستان کے بعد ایران کا نمبر آتا ہے، جو رومن ایمپائر سے الگ ہونے والے بیزنطینی ایمپائر سے رقبہ، شان وشوکت اور دولت وثروت میں کہیں بڑھا ہوا تھا، اور جس کی بنیاد ۲۲۴ء میں ''اردشیر'' نے رکھی تھی، اور وہ اپنے عروج کے زمانہ میں شام، خوزستان، میڈیہ، فارس، آذربیجان، طبرستان، سرخس، جرجان، کرمان، مرو، بلخ، سغد، سیستان، ہرات، خراسان، خوارزم، عراق، یمن پر حکمرانی کر رہا تھا، اور اس نے بعض ہندوستانی علاقوں کچھ، کاٹھیاوار اور مالوہ پر بھی کچھ عرصہ تک حکومت کی، ایرانی شہنشاہی نے چوتھی صدی مسیحی سے بڑی وسعت حاصل کرلی، اور اپنے شمال ومشرق کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی۔

طیسیفون (مدائن) اس ایمپائر کا دارالحکومت اور ایرانی شہنشاہ کی اقامت گاہ تھا، وہ مختلف شہروں (مدائن) کا مجموعہ تھا جیسا کہ اس کے عربی نام سے ظاہر ہے، وہ پانچویں صدی مسیحی سے اس کے بعد تک ترقی، تمدن اور خوش حالی کے نقطۂ عروج پر تھا۔ (۲)

ایران بھی علوم عقلیہ وریاضیہ کے سلسلے میں یونان سے مسحور اور اس کا خوشہ چین تھا، تاریخ ایران قدیم کے ممتاز ترین ماہر مسٹر آرتھر کرسٹن سین Arthur Christensen

(۱) An Encyclopedia of World History P.140 (ح)
(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: ''ایران بعہد ساسانیان'' تصنیف آرتھر کرسٹن سین، ترجمہ: ڈاکٹر محمد اقبال پروفیسر اورینٹل کالج، لاہور (ح)

Marfat.com

ڈنمارک کی اپنی کتاب ''ایران بعہد ساسانیان'' **L'Iran Sous Les Sassanides** میں لکھتے ہیں:

''مغربی ایران میں اور بالعموم ایشیا کے مغربی حدود پر یونانیت (یعنی عقائد یونانی) نے مختلف مذاہب میں ایک توافق کی صورت پیدا کر دی تھی۔''(۱)

Percy Sykes کی کتاب **History of Persia** میں ایران پر یونانی اثرات کے تذکرہ میں آتا ہے:

''نوشیرواں نے ارسطو اور افلاطون کی کتابوں کے وہ فارسی ترجمے مطالعہ کیے جو اس کے حکم سے ترجمہ کیے گئے تھے، اس نے جندیشاپور میں ایک یونیورسٹی بھی بنوائی جہاں طب کا خصوصی مطالعہ ہوتا تھا، اس کے ساتھ فلسفہ اور دوسرے علوم بھی نظر انداز نہیں کیے گئے، ''خدائی نامک'' کتاب میں ایران کی معلوم تاریخ لکھی گئی، جس پر فردوسی نے اپنے شاہنامے کی بنیاد رکھی، ہندوستان سے پیلپای (بیدبا) کی کتاب (جو حکایات لقمان کی پیشرو ہے) نیز شطرنج کا کھیل درآمد کیا گیا۔ ......اس عہد میں ایران، مشرق و مغرب کے تبادلۂ افکار کا مرکزی مقام تھا''۔(۲)

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

''یونانی فلسفہ- جو ایران کی سرزمین کے لیے ایک بدیسی پودا تھا- بالآخر ایرانی تفکر کا ایک جزو لاینفک بن گیا، اور مابعد کے مفکرین -جن میں ناقدین اور یونانی حکمت کے حامی بھی شامل تھے- ارسطو اور افلاطون کی زبان بولنے لگ گئے تھے، اور ساتھ ہی ساتھ وہ قدیم مذہبی

(۱) ایران بعہد ساسانیان ص ۳۷ (ح)

(۲) History of Persia: Percy Sykes P.459 (London, 1930) (ح)

Marfat.com

خیالات سے بھی بہت متاثر تھے۔"(۱)

دنیا کی قیادت کرنے والی تینوں اقوام کی زندگی کے عجیب تضادات

ظہور اسلام سے چند صدی پیشتر کی قدیم ترقی یافتہ اقوام کے عقلی و فلسفیانہ اور علمی و فنی احوال کا مختصر جائزہ لینے اور اس بلندی کی تصویر کشی کرنے کے بعد، جہاں اقوام و ملل کی فکری قیادت کرنے والی یہ قومیں اور مکاتب فکر پہنچے تھے، جس کے سبب دوسری قومیں ان کے خوان علم کی ریزہ چینی کرتی اور ان کے علمی نظریات و خیالات اور نتائج فکر کو علم و ذہانت کا سدرۃ المنتہیٰ سمجھتی تھیں، اور بعض اوقات بدیہی امور کی طرح (جن میں بحث و نظر کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی) آنکھ بند کر کے لیتی تھیں، ہم ان کے کچھ کمزور پہلوؤں اور ان کی عقلی و ثقافتی زندگی اور فکری و عملی نظام کے تضادات سے بھی بحث کریں گے، جن کا اس عقلی بلندی، فکری پرواز، دوررس علمی فتوحات اور علوم انسانی کے میدانوں میں ان کے محیر العقول کارناموں اور کامرانیوں کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔

یونانی اساطیر و خرافیات

عقل انسانی بلکہ مذہب و ثقافت کی تاریخ کے بڑے تضادات بلکہ عجائبات میں سے اس کائنات کے خالق و مدبر اور اس کی ذات و صفات کی معرفت اور دینی عقائد و الٰہیات کے بارے میں یونانی بوالعجبی بھی ہے، جیسا کہ یونان قدیم کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یونان، جس نے دنیا کو علوم طبیعیہ و ریاضیہ کا وافر سرمایہ فراہم کیا اور جیسا کہ گذشتہ سطور میں بتایا گیا کہ اس نے صدیوں تک دنیائے علم و فکر کی قیادت کی، وہ اپنی تاریخ کے بڑے حصہ میں کواکب و اصنام کا پرستار رہا، اور صدہا اوہام و خرافات میں گرفتار رہا، اس میں فکری پختگی اور قدیم مسلمات کو بلا تحقیق و تنقید نہ ماننے کی روایت کے ساتھ ساتھ ہر اُس عجیب و غریب، خلاف عقل و خیالی بات کے مان لینے کی بھی حیرت انگیز صلاحیت تھی جس کا تعلق عقیدہ اور

---

(۱) فلسفۂ عجم، ترجمہ کتاب Development of Metaphysics in Persia از علامہ اقبال، از میر حسن الدین صـ ۱۵ (ح)

Marfat.com

قدیم روایتی مذہب سے ہوتا۔

جدید تاریخ نے یونانی علم الاصنام (Greek Mythology) اور اس کی قدیم بت پرستی سے پردہ اٹھادیا ہے، جس سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یونان قدیم دیوتاؤں اور دیویوں کا بری طرح پرستار اور ان کے طلسم میں گرفتار تھا، وہاں ستارہ پرستی کے مندروں کا ایک جال پھیلا ہوا تھا۔ (۱)

ڈاکٹر الفریڈ ویبر (Alfred Weber) اپنی کتاب "تاریخ فلسفہ" (History of Philosophy) میں یونان قدیم کے بارے میں لکھتا ہے:

"ٹھیک جیسے ایک بچہ اپنے ماحول کو ایک طلسمی دنیا بنالیتا ہے اور اپنے کھلونے اور لکڑی کے گھوڑے کو جاندار ہستیاں سمجھتا ہے، ایسے ہی نوع انسانی اپنی طفولیت میں نیچر کو اپنی ہی صورت کے مطابق بنالیتی ہے، (یہی حال کچھ یونان قدیم کا تھا۔) (۲)

وہ مزید لکھتا ہے:

"فلسفہ کا آغاز اس دن سے ہوتا ہے جس دن سے ان لوگوں نے جن کو ارسطو حکماء کہتا ہے، روایتی خداؤں کو قصہ کہانی قرار دیا، اور

---

(۱) اس تاریخی حقیقت سے بہت سے مسلمان متکلمین غافل رہے اور انھوں نے فلسفۂ یونان کو بلا استحقاق بڑی اہمیت وعزت دی اور اس کے دعاوی وقضایا کو علمی مسلمات سمجھتے رہے، اس نکتہ کی طرف استاذ محترم مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مقالہ میں بڑی باریک بینی کے ساتھ اشارہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"وہ فلسفہ جو مسلمانوں نے یہودی ونصرانی مترجموں سے حاصل کیا، وہ خالص نہ تھا، بلکہ ان کی آراء بھی اس میں شامل تھیں، اس فلسفہ کا کمزور ترین حصہ اس کی فلکیات و الٰہیات ہیں، ان کی فلکیات یونانیوں کی کواکب پرستی اور اساطیر سے ماخوذ ہیں، جسے انھوں نے فلسفہ بنادیا اور اسے فلسفیانہ اصطلاحات میں ادا کیا اور دلائل کے بجائے اوہام کا سہارا لیا، جیسے افلاک کی حرکت و طبیعت اور ان کی تاثیر کے دعوے وغیرہ۔" (كتاب المعتبر في الحكمة الإلهية لأبي البركات هبة الله بن علي البغدادي) (م ۵۴۷ھ) میں علامہ سید سلیمان ندوی کا مقالہ ۳/۲۳۱ (ح)

(۲) تاریخ فلسفہ ص ۸ (ح)

Marfat.com

اصول وعلل سے فطرت کی توجیہہ کی، فلسفہ دین ودانش کے معرکہ سے نمودار ہوا اور مذہب نے فلسفہ پر الحاد و بغاوت کا الزام لگا کر انتقام لینا شروع کیا، اس وجہ سے فلسفہ نے جلدی سے افسانہ و خرافات (میتھالوجی) کا جامہ نہیں اتارا، فلسفہ اپنے خیالات کا اظہار شاعروں کی سریلی زبان میں کرتا رہا، اور اس کے تصورات میں بھی اس ابدی اعتقاد کے نقائص موجود ہے جس سے یہ برآمد ہوا تھا۔"(۱)

جرمن فاضل ڈاکٹر ویلہلم وانسل (Wilhelm Vansel) لکھتا ہے:

"چونکہ ان کے مذہب میں تعلیم وعقائد کی نسبت پرستش زیادہ تھی، کوئی مسلم نظام عقائد موجود نہیں تھا، روایتاً ایک دیومالا چلی آتی تھی، جس میں زمانہ کے لحاظ سے تغیر وتبدل ہوتا رہتا تھا، اور عوام اور شعراء کا تخیل اس کی ہیئت بدلتا رہتا تھا۔"(۲)

اڈوف ہولم (Adolf Holm) اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں لکھتا ہے:

"یونانی طبعاً جدت پسند تھے، اور ان کے مذہب میں عقائد کو مطلق دخل نہ تھا۔"(۳)

اکابر علمائے اسلام کی اس حقیقت سے واقفیت

حجۃ الاسلام امام غزالی (م ۵۰۵ھ) یونانی فلسفیوں کے یہاں اس عجیب تناقض کا ادراک کرتے ہوئے ذات وصفات باری اور عقول وافلاک کے اس خودساختہ زائچہ اور شجرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، جو حکمائے یونان نے تصنیف کیا تھا، تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارا کہنا ہے کہ جو کچھ تم ذکر کرتے ہو، وہ مفروضات اور نگاہ تحقیق میں تہہ بہ تہہ ظلمات ہیں، اگر کوئی انسان اسے خواب کی طرح بیان کرے تو اسے اس کے سوءِ مزاج پر محمول کیا جائے گا، یا اگر ایسی باتیں

---

(۱) ایضاً ص ۱۱ (ح) (۲) مختصر تاریخ فلسفۂ یونان از ڈاکٹر وانسل ص ۱۴ (ح)
(۳) تاریخ یونان مترجمہ ہارون خاں شروانی ص ۳۷/۲ (ح)

Marfat.com

فقہی سلسلہ میں کہی جائیں (جو قیاسات پر مبنی ہوتا ہے) تو وہاں بھی وہ غیر معتبر باتیں قرار دی جائیں گی جو غلبۂ ظن کے لیے مفید نہیں ہوتیں۔''(۱)

وہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''میں نہیں سمجھتا کہ ان مفروضات کا انتساب کوئی مجنون بھی اپنی طرف گوارا کرے گا، چہ جائیکہ یہ عقلاء و فلاسفہ جو معقولات میں بزعم خود بال کی کھال نکالتے ہیں۔''(۲)

اس نکتہ کو شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی سمجھا تھا جب یہ فرمایا تھا کہ:

''معرفت الٰہی کے سلسلے میں یونانی بڑے ہی بدنصیب واقع ہوئے ہیں، اور اللہ، ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں جانتے اور اس بارے میں مثبت و منفی کچھ نہیں کہتے، البتہ اس بارے میں متاخرین فلاسفہ نے جو مختلف مذاہب سے وابستہ تھے، کچھ کلام کیا ہے۔''(۳)

یونان کے عقلی و مذہبی بحران کا سبب

یونان کی زندگی میں اس عقلی اضطراب و تضاد کا ذکر مصر کے ایک مسیحی ادیب و عالم جرجی زیدان نے اس طرح کیا ہے:

''یونانیوں نے یونانی خانہ جنگی کے بعد علم و فلسفہ کی طرف توجہ کی جو قریب ۲۷ سال تک جاری رہی تھی، اور جس کے اخیر میں ایتھنز پر مقدونیوں کا قبضہ ہو گیا اور اہل ایتھنز عزت کے بعد ذلیل ہو گئے، اس لیے انھیں عبرت اور ذلت کے احساس نے کائنات میں غور و فکر پر آمادہ کیا، اور اس طرح فلسفہ میں انھوں نے ترقی کی جس کا بانی و رہنما سقراط تھا۔ جنگوں کے بعد عموماً ادبی، علمی یا سیاسی نشأۃ ثانیہ ہوتی ہے، اس کے

(۱) تهافت الفلاسفة ص ۱۱۵ (ح) (۲) ایضاً ص ۱۲۴ (ح)
(۳) تفسير سورة الإخلاص ص ۵۷ (ح)

Marfat.com

ساتھ ہی وہ پہلے سے بھی اس طرف متوجہ تھے، ایتھنز کی اس ذلت کے سبب اس کے باشندوں میں ایک اضطراب برپا ہوگیا، انسان پر جب کوئی لاعلاج مصیبت آتی ہے تو زندگی اور اس کی حقیقت کی فلسفیانہ تحلیل وتجزیہ میں مصروف ہو جاتا ہے، اور اس طرح اپنا غم ہلکا کرتا ہے، خصوصاً ایتھنز کو عزت ورفعت کے بعد بڑی ذلت سے سابقہ پڑا اور اس کے سقوط کے بعد اس کے باشندے اپنے ماضی کی طرف افسوس اور مستقبل کی طرف خوف کے ساتھ دیکھ رہے تھے، اس کے قدیم فخر کے اسباب ختم ہو چکے تھے، اور ان کی کوئی نئی حکومت نہیں قائم ہو سکی تھی۔

اس وجہ سے ان کے ذہن اور ان کی طبیعتیں انسانی احوال پر عموماً اور اپنے حالات پر غور کرنے کی طرف خصوصاً متوجہ ہوئیں، اور اس بیداری کا رخ ادب وفلسفہ کی طرف تھا، چوتھی صدی قبل مسیح میں وہ لوگ اپنے ماحول کے مطابق علمائے متقدمین کی رایوں سے بحث کر رہے تھے، مگر اس کے ساتھ ہی ان کی طبیعتیں اس میں اضافہ کی خواہش مند تھیں۔"(۱)

ہندوستان میں دیوی دیوتاؤں کی کثرت

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان، فلسفہ وعلوم ریاضیہ اور طب میں فائق اور یونان سے ہمسری کا مرتبہ رکھتا تھا، اسی طرح وہ اپنے دیومالا (Mythology) میں بھی بہت آگے اور اس معاملہ میں دوسرے ملکوں کا رہنما تھا، یہاں دیوی دیوتاؤں کا شمار وحساب نہ تھا، ہر عجیب وخوف ناک یا نفع بخش چیز قابل پرستش تھی، اس کے نتیجہ میں بت سازی وصنم تراشی کی صنعت کو یہاں بہت فروغ حاصل ہوا، ماہرین نے اس میں بڑی کاریگری دکھائی۔

مسٹر مالے (L.S.S.O. Malley) "ہندوئیت عوام اور جمہور کا مذہب" میں لکھتے ہیں:

"دیوتا بنانے کا عمل اسی حد تک نہیں رہا، بلکہ دیوتاؤں کے اس

(۱) تاریخ آداب اللغة العربية: جرجی زیدان ص۔۲/۳۳۰ (ح)

Marfat.com

جم غفیر میں مختلف تاریخی ادوار میں چھوٹے موٹے دیوتاؤں کا برابر اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ ان کی تعداد بے شمار ہوگئی، ان میں سے بہت سے قدیم ہندوستانیوں کے دیوتا تھے جو ہندو مذہب کے دیوتاؤں میں شامل کر لیے گئے تھے، اس طرح کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد ۳۳ کروڑ (۳۳۰ ملین) ہوگئی۔"(۱)

مسٹر ویدیا (C.V.Vaidya) اپنی کتاب "تاریخ ہندوسطیٰ" میں لکھتے ہیں:

"ہندو مذہب اور بودھ مذہب دونوں ہی بت پرست تھے، بلکہ بت پرستی میں بدھ مت ہندومت سے آگے بڑھا ہوا تھا، بودھ مت کی ابتدا تو دیوتاؤں کے انکار سے ہوئی تھی، لیکن بتدریج بودھ کو خود بڑا دیوتا بنا لیا گیا، پھر وقت گزرنے کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کا بھی اضافہ کر لیا گیا۔"(۲)

ایران کی مذہبی انتہا پسندی

ایرانی بھی ہر زمانہ میں ثنویت پرست رہے ہیں، دو خداؤں کو ماننا گویا ان کا شعار رہا ہے، جن میں سے ایک نور یعنی خیر و نیکی کا خدا تھا، جسے وہ "آہورمزدا" یا "یزدان" کہتے تھے، دوسرا تاریکی یا شر کا خالق تھا، جسے "اہرمن" کہا جاتا تھا، اور جن کے درمیان جنگ ہمیشہ برپا سمجھی جاتی تھی۔

ایرانی مذہب کے مؤرخین ایرانی مجموعۂ اساطیر اور ان کے دیوتاؤں کا ذکر کرتے ہیں، جو اپنے انوکھے پن اور باریک تفصیلات کے اعتبار سے یونانی علم الاصنام یا ہندوستانی دیومالا سے کچھ کم نہیں ہے۔(۳)

مجوسی قدیم زمانہ سے عناصر طبیعیہ خصوصاً آگ کی پرستش کے لیے مشہور رہے ہیں،

(۱) L.S.S.O.Malley: Popular Hinduism, The Religion of The Masses, Cambridge, 1935, P.P. 6-7(ح)

(۲) C.V.Vaidya, History of Medieval India, Vol:I (Poona, 1921)(ح)

(۳) ایران بعہد ساسانیان از آرتھر کرسٹن سین ص ۲۰۴-۲۰۹ (ح)

Marfat.com

اور اخیر زمانہ میں تو وہ آتش پرست ہی ہو کر رہ گئے تھے، جس کے لیے وہ آتش کدے بناتے تھے، جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے، اور اُن کے بڑے آداب ورسوم تھے، اس طرح آتش پرستی اور سورج پوجا کے سوا وہاں کے تمام مذاہب ختم ہو گئے، اور مذہب صرف چند رسوم وروایات کا نام رہ گیا، جنھیں وہ مخصوص جگہوں پر انجام دیتے تھے، معبدوں سے باہر وہ آزاد اور خود مختار تھے، اور مجوس ولا مذہب لوگوں میں کوئی فرق نہ تھا، جن کا اخلاق واعمال صالحہ میں کوئی حصہ نہ تھا۔ (۱)

پروفیسر آرتھر کرسٹن سین ایرانی مذہب کے بارے میں لکھتا ہے:

"آریوں کے قدیم مذہب کی بنیاد عناصر، اجسام فلکی اور قدرت کی طاقتوں کی پرستش پر تھی، لیکن قدرت کے ان معبودوں کے ساتھ ہی جلد نئے خدا بھی شامل ہو گئے جو اخلاقی قوتوں کے نمائندے تھے، یا ذہنی تصورات کے مجسمے تھے۔" (۲)

علامہ اقبال نے ایرانیوں کی بے چین و بے قرار طبیعت کا اچھا تعارف کرایا ہے، جس کا اظہار ان کی زندگی اور ان کے مذہب وادبیات میں ہوتا رہا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ایرانیوں کا تتلی کا سا بیتاب تخیل گویا ایک نیم مستی کے عالم میں ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف اڑتا پھرتا ہے، اور وسعت چمن پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالنے کے نا قابل نظر آتا ہے، اسی وجہ سے اس کے گہرے سے گہرے افکار وجذبات غیر مربوط اشعار (غزل) میں ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی فنی لطافت کا آئینہ ہیں۔" (۳)

علم وحکمت کے مراکز میں اخلاقی پستی اور معاشرتی انارکی

دوسری باعثِ حیرت و استعجاب حقیقت جو ان تین قوموں اور ملکوں (یونان، ہندوستان وایران) کی زندگی میں مشترک ہے، وہ ان کی اخلاقی پستی، جنسی بے راہ روی اور

(۱) ایضاً (ح) (۲) ایران بعہد ساسانیان ص ۳۰ (ح)
(۳) فلسفہ عجم از ڈاکٹر محمد اقبال ص ۱۳-۱۴ (ح)

Marfat.com

سفلی خواہشات کی غلامی ہے، اس طرح وہ ممالک بیک وقت فکری بلندی اور اخلاقی پستی کا نمونہ بنے ہوئے تھے، اور اس بداخلاقی سے فلسفیانہ غور وفکر، علمی فتوحات کی لذّت اور اخلاقی اقدار بھی نہیں روک سکتی تھیں۔

یونان کا اخلاقی انحطاط

یونان کے سلسلے میں اخلاق یورپ کے مشہور مؤرخ مسٹر لیکی (W.E.H. Lecky) کی شہادت کافی ہے، جوانھوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تاریخ اخلاق یورپ'' میں دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''لیکن یونانی زندگی کی بوالعجبی یہ ہے کہ یہاں شہوت پرستی اپنے شباب پر مشاہیر حکمائے اخلاق کی نظروں کے سامنے بلکہ یہ کہنا چاہیے انھیں کے ظل عاطفت میں پہنچی، اگر آج ہم سے کوئی بیان کرے کہ پیرس کی مشہور طوائف نینا ڈی رنکلو کے کمرہ میں پیرس کے دیندار اساطینِ مسیحیت بیٹھے ہوئے اُسے اُس کی دکان عصمت فروشی کی رونق اور ترقی سے متعلق مشورے دے رہے ہیں، تو ہم میں سے ایک شخص کو بھی اس روایت پر یقین نہ آئے گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعینہ یہی تعلق سقراط اعظم اور طوائف تھیوڈوٹا کے درمیان تھا۔''(۱)

وہ مزید لکھتا ہے:

''فلاسفہ کی تشکیک نے قدیم مذاہب کی جڑ کاٹ دی تھی، مشرقی تعیش اور مشرقی بداخلاقیوں کا ایک سیلاب آ گیا تھا، اور ایسی حالت میں زناکاری کے واقعات خاص طور پر نمایاں اور کثیر التعداد ہو گئے تھے۔''(۲)

معتبر تاریخوں سے ارسطو اور اس کے بعض یونانی طوائفوں سے ناجائز تعلقات، اسی طرح افلاطون اور بعض دوسرے بڑے فلاسفۂ یونان مثلاً سقراط وغیرہ کے

(۱) تاریخ اخلاق یورپ، ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی ۲/۱۷۵-۱۷۶ (ح)

(۲) ایضاً ۲/۱۹۲ (ح)

Marfat.com

ناجائز جنسی تعلقات اور بداخلاقی کے واقعات سامنے آتے ہیں جن سے جبین حیا عرق آلود اور چہرۂ ادب سرخ ہو جاتا ہے، دین واخلاق جیسے سنجیدہ موضوع اور اسلام کے اصلاحی وتربیتی کردار سے بحث کرنے والے کے لیے ان شہادتوں کو نقل کرنا بھی دشوار اور اس کے ضمیر پر بار ہے، اس لیے وہ قارئین کو اصل ماخذ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ (۱)

ہندوستان کی اخلاقی حالت

ہندوستان کے بارے میں مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ہندوستانی معاشرہ چھٹی صدی مسیحی کے شروع میں اخلاقی انحطاط کے آخری نقطہ پر پہنچ گیا تھا، (۲) اور مندروں تک میں فحاشی پھیل گئی تھی، اور یہ کوئی عیب کی بات بھی نہ رہی تھی، کیونکہ اسے عبادت کا رنگ دے دیا گیا تھا۔ (۳)

ایک فاضل ہندو مؤرخ ودیا دھر مہاجن لکھتے ہیں:

''عوام محنت سے جی چرانے لگے تھے، اور اپنا وقت رنگ رلیوں میں صرف کرتے تھے، اس دور میں ''وام مارگ'' دھرم عوام میں مقبول تھا، جس کے ماننے والے ''کھاؤ پیو اور خوش رہو'' کے اصول پر کاربند تھے، وہ شراب نوشی، گوشت خوری اور عورتوں سے لطف اندوزی میں مست تھے، یہ خرابیاں علمی درسگاہوں تک میں سرایت کر چکی تھی۔

یہ بات بھی صحیح ہے کہ مٹھ جو پہلے علم کے مراکز ہوتے تھے، اس وقت کاہلی اور عیاشی کے گڑھ بن گئے تھے، اکثر و بیشتر پجاری غیر اخلاقی زندگی گزارتے تھے، اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد مندروں میں بتوں کی خدمت کے لیے وقف تھی، جن کی وجہ سے مندروں میں بداخلاقی کا چلن ہو گیا تھا، مندروں میں دیوداسیوں کا رواج عام تھا،

(۱) ملاحظہ ہو: HansLicht: Sexual Life in Ancient Greece , London,1942 (ح)
(۲) ملاحظہ ہو: Ancient India By R.C. Dutta (ح)
(۳) ستیارتھ پرکاش از دیانند سرسوتی ص ۳۴۴ (ح)

Marfat.com

اسی زمانہ میں تانترک (Tantrik) لٹریچر وجود میں آیا، جو انتہائی فحش تھا، اور جس کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق پر یقیناً برا اثر پڑا ہوگا۔"(۱)

ایران کا اخلاقی زوال

اسی طرح ایران بھی اخلاق و شرافت کے ساتھ مذاق اور کھیل کا کھلا اسٹیج تھا، جہاں زندگی سے لطف اندوز ہونے اور زیادہ سے زیادہ مسرتیں حاصل کر لینے کی دوڑ ہو رہی تھی، اسی اثناء میں پانچویں صدی مسیحی کے اوائل میں مزدک کا ظہور ہوا، جس نے زر، زن، زمین کے ملک عام ہونے کا فلسفہ پیش کیا اور ان کو دولت مشترکہ قرار دیا۔

ایران کی ایک تاریخی دستاویز میں جس کا نام "نامہ تنسر" ہے، اس عہد کی یہ تصویر پیش کی گئی ہے:

"عصمتیں برباد ہو گئیں، بے شرمی عام ہو گئی اور ایک ایسی نسل پیدا ہو گئی جس میں نہ شرافت تھی، نہ حسنِ عمل تھا، اور جس کے یہاں اصل و نسل کا کوئی سوال نہ تھا، نہ اس کا ماضی ہی قابل احترام تھا۔"(۲)

اس طرح ایران اخلاقی انارکی اور شہوت پرستی میں بری طرح مبتلا ہو گیا، وہ رندی و تقویٰ کے درمیاں گویا مسلسل جھولا جھول رہا تھا، وہ رشتے (جن کے ناقابل تصور ہونے کے عقیدہ پر اقالیم معتدلہ کے لوگوں کا اتفاق ہے) موضوع بحث و نزاع بن گئے تھے اور بے محابا بہنوں اور بیٹیوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیا جاتا تھا۔

علم و فکر کی قائد اقوام کی حیرانی و سرگردانی اور منفی و متضاد فلسفے

دنیا ان تین ممالک کے دور ترقی و عروج کا (جنھوں نے طویل مدت تک علم و فلسفہ اور ادب و سائنس میں دنیا کی قیادت کی) تیسرا کمزور اور لائق تنقید پہلو یہ ہے کہ علم و فن، تحقیق و اکتشاف اور ایجاد و اختراع کی راہ میں ان کا طویل اور تھکا دینے والا سفر، جو ہر طرح انصاف

---

(۱) Muslim Rule in India: V.D.Mahajan, P.34-35, Delhi, 1970 (ح)

(۲) "نامہ تنسر" مینوی ایڈیشن ص ۱۳ (ح)

Marfat.com

پسند اور علم دوست لوگوں کی قدر دانی وستائش کا مستحق ہے، بے مقصد و منزل، اور بے بصری و بے خبری پر مبنی تھا، اس لیے کبھی وہ حیرت و اضطراب اور کبھی منفی فلسفوں تک پہنچا دیتا تھا، چنانچہ اس نے یونان کو لاادریت (Agnosticism) اور کبھی اباحیت و لذتیت (Epicureanism) تک پہنچایا، جو دنیا سے لطف اندوزی اور لذت کوشی ہی کو "خیر اعلیٰ" اور ترک و اختیار کا معیار قرار دیتا تھا، اور کبھی وہ فسطائیت (Sophism) کے دامن میں پناہ لیتا تھا جو ثابت و مسلم حقائق تک پہنچنے کے امکان ہی کا انکار کرتی ہے، اس کے نزدیک حقیقت شخصی اور غیر معین شے ہے، اور افراد کے اختلاف کے مطابق بدلتی رہتی ہے، ان تعلیمات کے نتیجہ میں اخلاق کے مسلمہ پیمانے ٹوٹ گئے اور بدیہیات و مسلمات بھی مشکوک ہو گئے۔

خلوت نشینی، تفکر (دھیان گیان)، ذکاوت و ذہانت اور تجرد و نفس کشی پر مبنی روحانی سفر نے ہندوستان کو "جین مت" (Jainism) تک پہنچایا جس کا ظہور چھٹی صدی قبل مسیحؑ میں ہوا، اور جو زیادہ تر منفی اخلاقی تعلیمات پر مبنی ہے، اور جس میں شخصی ملکیت کی ممانعت، ایذا رسانی حتی کہ حشرات الارض اور کیڑے مکوڑوں کے مارنے سے بھی پرہیز کی تعلیم تھی، پھر ہندوستان مہاویر کے عہد میں تجرد اور پر مشقت رہبانیت تک پہنچا، اسی عہد میں (۶۰۰ ق.م.) میں گوتم بدھ کا ظہور ہوا، جن کی تعلیمات برہمنی اور طبقاتی نظام کے رد عمل، رہبانیت اور گیان دھیان میں مبالغہ پر مبنی تھیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ بدھ مت کی ابتدا دیوتاؤں کی نفی سے ہوئی، مگر اس میں بتدریج گوتم بدھ ہی سب سے بڑے دیوتا بن گئے، اور بعد میں پھر اور دیوتاؤں کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔"(۱)

اس طرز فکر نے ایران کو زرتشتیت تک پہنچایا، جس کی جانشین مزدکیت ہوئی جو نور و ظلمت اور خدایان خیر و شر کے ابدی معرکہ کے تصور پر قائم تھی، پھر مانی آیا جس نے دنیا سے شر و فساد ختم کرنے کے لیے اور قطع نسل کے ذریعہ نور کو ظلمت پر ترجیح دینے کے لیے تجرد کی زندگی کی دعوت دی، یہ تیسری صدی مسیحی کے اوائل کا رجحان تھا، پھر پانچویں صدی مسیحی کے اوائل میں مزدک نے زر، زن، زمین کے ملک عام ہونے کا اعلان اور اشتراکیت کی کھلے عام

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ ہندوستانی از ویدیا، پونا (۱۹۲۱ء) ص ۱۰۱ (ح)

Marfat.com

اور یہ ان کے ذاتی تجربہ کا معاملہ بھی ہے، اور یہ موقع بھی کسی غلط بیانی اور مبالغہ آمیزی کا نہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ أَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ﴾ (الأعراف: ٤٣)

''خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا، اور اگر خدا ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پا سکتے۔''

اور اس اعتراف و اقرار کے ساتھ ہی وہ انبیاء کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہی معرفت صحیح کا ذریعہ اور اس راستہ کے رہنما تھے جو اس منزل تک پہنچاتا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ (سورة الأعراف:٤٣)

''بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام (علیہم السلام) کی بعثت ہی کی وجہ سے ان کے لیے یہ ممکن ہو سکا کہ وہ اللہ کی صحیح معرفت حاصل کریں اور اس کی مرضی اور اس کے احکام معلوم کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں، اور اس کے نتیجہ میں جنت میں داخلہ ممکن ہوا.... اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک عظیم الشان سورہ ''الصافات'' (جس میں مشرکین کی گمراہی، ان کی بد اعتقادی اور اللہ کی طرف ان امور کی نسبت کی تردید کی گئی ہے جو ذات باری کے شایانِ شان نہیں ہیں،) کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورة الصافات: ١٨٠-١٨٢)

''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، تمہارا پروردگار جو صاحب عزت ہے، اس سے پاک ہے، اور پیغمبروں پر سلام، اور سب طرح کی تعریف خدائے رب العالمین کو سزاوار ہے۔''

یہ تینوں آیتیں ایک طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں جو ایک دوسرے سے پیوست ہیں، کیونکہ جب اللہ نے اپنی ذات کو مشرکین کی لغو اور بیہودہ باتوں سے منزہ فرمایا تو اس کی تکمیل انبیائے کرام (علیہم السلام) کے ذمہ کی جنھوں نے خدا کی مکمل تنزیہ و تقدیس کو اجاگر کیا اور اللہ کے صحیح اوصاف بیان کیے، اللہ نے ان پر سلام بھیجا اور ان کی تعریف کی، کیونکہ مخلوق سے خالق کے صحیح تعارف اور خالق کے صحیح صفات سے روشناس کرانے کا سہرا انھیں کے سر

Marfat.com

پسند اور علم دوست لوگوں کی قدردانی وستائش کا مستحق ہے، بے مقصد و منزل، اور بے بصری و بے خبری پر مبنی تھا، اس لیے کبھی وہ حیرت و اضطراب اور کبھی منفی فلسفوں تک پہنچا دیتا تھا، چنانچہ اس نے یونان کو لاادریت (Agnosticism) اور کبھی اباحیت و لذتیت (Epicureanism) تک پہنچایا، جو دنیا سے لطف اندوزی اور لذت کوشی ہی کو ''خیر اعلیٰ'' اور ترک و اختیار کا معیار قرار دیتا تھا، اور کبھی وہ فسطائیت (Sophism) کے دامن میں پناہ لیتا تھا جو ثابت و مسلم حقائق تک پہنچنے کے امکان ہی کا انکار کرتی ہے، اس کے نزدیک حقیقت شخصی اور غیر معین شے ہے، اور افراد کے اختلاف کے مطابق بدلتی رہتی ہے، ان تعلیمات کے نتیجہ میں اخلاق کے مسلمہ پیمانے ٹوٹ گئے اور بدیہیات و مسلمات بھی مشکوک ہو گئے۔

خلوت نشینی، تفکر (دھیان گیان)، ذکاوت و ذہانت اور تجرد و نفس کشی پر مبنی روحانی سفر نے ہندوستان کو ''جین مت'' (Jainism) تک پہنچایا جس کا ظہور چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا، اور جو زیادہ تر منفی اخلاقی تعلیمات پر مبنی ہے، اور جس میں شخصی ملکیت کی ممانعت، ایذا رسانی حتی کہ حشرات الارض اور کیڑے مکوڑوں کے مارنے سے بھی پرہیز کی تعلیم تھی، پھر ہندوستان مہاویر کے عہد میں تجرد اور پر مشقت رہبانیت تک پہنچا، اسی عہد میں (۶۰۰ ق.م.) میں گوتم بدھ کا ظہور ہوا، جن کی تعلیمات برہمنی اور طبقاتی نظام کے ردعمل، رہبانیت اور گیان دھیان میں مبالغہ پر مبنی تھیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ بدھ مت کی ابتدا دیوتاؤں کی نفی سے ہوئی، مگر اس میں بتدریج گوتم بدھ ہی سب سے بڑے دیوتا بن گئے، اور بعد میں پھر اور دیوتاؤں کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔''(۱)

اس طرز فکر نے ایران کو زرتشتیت تک پہنچایا، جس کی جانشین مزدکیت ہوئی جو نور و ظلمت اور خدایان خیر و شر کے ابدی معرکہ کے تصور پر قائم تھی، پھر مانی آیا جس نے دنیا سے شر و فساد ختم کرنے کے لیے اور قطع نسل کے ذریعہ نور کو ظلمت پر ترجیح دینے کے لیے تجرد کی زندگی کی دعوت دی، یہ تیسری صدی مسیحی کے اوائل کا رجحان تھا، پھر پانچویں صدی مسیحی کے اوائل میں مزدک نے زر، زن، زمین کے ملک عام ہونے کا اعلان اور اشتراکیت کی کھلے عام

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ ہندوسطی از ویدیا، پونا (۱۹۲۱ء) ص ۱۰۱ (ج)

Marfat.com

اور یہ ان کے ذاتی تجربہ کا معاملہ بھی ہے، اور یہ موقع بھی کسی غلط بیانی اور مبالغہ آمیزی کا نہیں:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾ (الأعراف: ۴۳)

''خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا، اور اگر خدا ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پا سکتے۔''

اور اس اعتراف و اقرار کے ساتھ ہی وہ انبیاء کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہی معرفت صحیح کا ذریعہ اور اس راستہ کے رہنما تھے جو اس منزل تک پہنچاتا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ (سورة الأعراف:۴۳)

''بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام (علیہم السلام) کی بعثت ہی کی وجہ سے ان کے لیے یہ ممکن ہو سکا کہ وہ اللہ کی صحیح معرفت حاصل کریں اور اس کی مرضی اور اس کے احکام معلوم کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں، اور اس کے نتیجہ میں جنت میں داخلہ ممکن ہوا.... اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک عظیم الشان سورہ ''الصافات'' (جس میں مشرکین کی گمراہی، ان کی بد اعتقادی اور اللہ کی طرف ان امور کی نسبت کی تردید کی گئی ہے جو ذات باری کے شایانِ شان نہیں ہیں،) کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورة الصافات: ۱۸۰-۱۸۲)

''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، تمہارا پروردگار جو صاحب عزت ہے، اس سے پاک ہے، اور پیغمبروں پر سلام، اور سب طرح کی تعریف خدائے رب العالمین کو سزاوار ہے۔''

یہ تینوں آیتیں ایک طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں جو ایک دوسرے سے پیوست ہیں، کیونکہ جب اللہ نے اپنی ذات کو مشرکین کی لغو اور بیہودہ باتوں سے منزہ فرمایا تو اس کی تکمیل انبیائے کرام (علیہم السلام) کے ذمہ کی جنھوں نے خدا کی مکمل تنزیہ و تقدیس کو اجاگر کیا اور اللہ کے صحیح اوصاف بیان کیے، اللہ نے ان پر سلام بھیجا اور ان کی تعریف کی، کیونکہ مخلوق سے خالق کے صحیح تعارف اور خالق کے صحیح صفات سے روشناس کرانے کا سہرا انھیں کے سر

Marfat.com

ہے، اوران کی بعثت مخلوق پر احسان عظیم، انسانوں کے لیے نعمت عظمیٰ اور اللہ کی ربوبیت، رحمت اور حکمت کا تقاضائے بلیغ ہے، اس لیے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (سورۃ الصافات: ۱۸۲)

''اور ساری تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں، جو سارے جہاں کا رب ہے۔''

عقائد و اعمال اور اخلاق و تمدن کی اساس

انبیاء (علیہم السلام) کے لائے ہوئے اس دین و علم پر ہی انسانیت کی سعادت موقوف ہے، کیونکہ وہ عقائد و اعمال اور اخلاق و تمدن کی اساس مہیا کرتے ہیں، انسان صرف اسی کے ذریعہ معرفت نفس بھی حاصل کر سکتا ہے اور کائنات کی گتھی بھی سلجھا سکتا اور زندگی کے اسرار سمجھ سکتا ہے، اس کے وسیلہ سے اس دنیا میں اپنا مقام متعین کر سکتا اور ابنائے جنس سے اپنے تعلقات اُستوار رکھ سکتا ہے، اپنی زندگی کو صحیح رخ دے سکتا اور اعتماد و بصیرت اور وضاحت و قطعیت کے ساتھ اپنے مقاصد کا تعین کر سکتا ہے۔

پھر نبوی تعلیمات -- جن کے شروع و اخیر میں نبوت محمدیہ ہے -- علم کو ہمیشہ عمل کے ساتھ، قول کو فعل کے ساتھ اور ایمان کو انفرادی و اجتماعی رویہ کے ساتھ مربوط کرتی آئی ہیں، قرآن کہتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥﴾ (سورۃ الصف: ۲-۳)

''اے ایمان والو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کو یہ سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔''

اسی کے ساتھ قرآن حکماء و شعراء کی مذمت کرتا ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں، ﴿یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ﴾ (الشعراء: ۲۲۶) اور علمائے راسخین کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ الفاطر: ۲۸)

''اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔''

Marfat.com

واقعہ جو خیال و تصور سے زیادہ دلکش ہے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کتاب "النبوة والأنبياء في ضوء القرآن" سے ایک اقتباس پیش کروں جو نبوت محمدی کے کارنامے سے متعلق ہے، صحابہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''اس جماعت کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک مستقل معجزہ، نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، اس کے ابدی کارناموں میں سے ایک کارنامہ اور نوع انسانی کے اشرف و افضل ہونے کی ایک روشن دلیل ہے، کسی مصور نے اپنے فن کار موئے قلم اور صناع ذہن سے اس سے بہتر تصویر نہیں بنائی ہوگی جیسے کہ حقیقت، واقعہ اور تاریخ کی شہادت کی روشنی میں وہ افراد موجود تھے۔

کسی شاعر نے بھی اپنے شاداب تخیل، مواج طبیعت اور شعری صلاحیت سے کام لے کر ایسے اوصاف جمیلہ، ایسی پاکیزہ سیرتوں اور ایسے برگزیدہ محاسن کا خیالی پیکر نہیں تیار کیا ہوگا جس کا نمونہ ان کی ذات میں موجود تھا، دنیا کے اگر تمام ادیب جمع ہوکر انسانیت کا کوئی بلند ترین نمونہ پیش کرنے کی کوشش کریں تو ان کا تخیل اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتا جہاں واقعاتی زندگی میں وہ لوگ موجود تھے جو آغوش نبوت کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے، اور جو درسگاہ محمدی سے فارغ ہوکر نکلے تھے۔ ان کا قوی ایمان، ان کا عمیق علم، ان کا خیر پسند دل، ان کی ہر تکلف اور ریاء و نفاق سے پاک زندگی، انانیت سے ان کی دوری، ان کا خوف خدا، ان کی عفت و پاکیزگی اور انسان نوازی، ان کے احساسات کی لطافت و نزاکت، ان کی مردانگی و شجاعت، ان کا ذوق عبادت اور شوق شہادت، ان کی دن کی شہسواری اور راتوں کی عبادت گزاری، متاع دنیا اور آرائش

Marfat.com

ہے، اور ان کی بعثت مخلوق پر احسان عظیم، انسانوں کے لیے نعمت عظمیٰ اور اللہ کی ربوبیت، رحمت اور حکمت کا تقاضائے بلیغ ہے، اس لیے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورة الصافات:۱۸۲)

''اور ساری تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں، جو سارے جہاں کا رب ہے۔''

عقائد و اعمال اور اخلاق و تمدن کی اساس

انبیاء (علیہم السلام) کے لائے ہوئے اس دین وعلم پر ہی انسانیت کی سعادت موقوف ہے، کیونکہ وہ عقائد و اعمال اور اخلاق و تمدن کی اساس مہیا کرتے ہیں، انسان صرف اسی کے ذریعہ معرفت نفس بھی حاصل کرسکتا ہے اور کائنات کی گتھی بھی سلجھا سکتا اور زندگی کے اسرار سمجھ سکتا ہے، اس کے وسیلہ سے اس دنیا میں اپنا مقام متعین کرسکتا اور ابنائے جنس سے اپنے تعلقات اُستوار رکھ سکتا ہے، اپنی زندگی کو صحیح رخ دے سکتا اور اعتماد و بصیرت اور وضاحت وقطعیت کے ساتھ اپنے مقاصد کا تعین کرسکتا ہے۔

پھر نبوی تعلیمات -جن کے شروع و اخیر میں نبوت محمدیہ ہے- علم کو ہمیشہ عمل کے ساتھ، قول کو فعل کے ساتھ اور ایمان کو انفرادی و اجتماعی رویہ کے ساتھ مربوط کرتی آئی ہیں، قرآن کہتا ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○﴾ (سورة الصف:۲-۳)

''اے ایمان والو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کو یہ سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔''

اسی کے ساتھ قرآن حکماء و شعراء کی مذمت کرتا ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں، ﴿يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (الشعراء:۲۲۶) اور علمائے راسخین کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورة الفاطر:۲۸)

''اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔''

Marfat.com

واقعہ جو خیال وتصور سے زیادہ دلکش ہے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کتاب ”النبوة والأنبياء في ضوء القرآن“ سے ایک اقتباس پیش کروں جو نبوت محمدی کے کارنامے سے متعلق ہے، صحابۂ کرام کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

”اس جماعت کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک مستقل معجزہ، نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، اس کے ابدی کارناموں میں سے ایک کارنامہ اور نوع انسانی کے اشرف و افضل ہونے کی ایک روشن دلیل ہے، کسی مصور نے اپنے فن کار موئے قلم اور صناع ذہن سے اس سے بہتر تصویر نہیں بنائی ہوگی جیسے کہ حقیقت واقعہ اور تاریخ کی شہادت کی روشنی میں وہ افراد موجود تھے۔

کسی شاعر نے بھی اپنے شاداب تخیل، مواج طبیعت اور شعری صلاحیت سے کام لے کر ایسے اوصاف جمیلہ، ایسی پاکیزہ سیرتوں اور ایسے برگزیدہ محاسن کا خیالی پیکر نہیں تیار کیا ہوگا جس کا نمونہ ان کی ذات میں موجود تھا، دنیا کے اگر تمام ادیب جمع ہو کر انسانیت کا کوئی بلند ترین نمونہ پیش کرنے کی کوشش کریں تو ان کا تخیل اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتا جہاں واقعاتی زندگی میں وہ لوگ موجود تھے جو آغوش نبوت کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے، اور جو درسگاہ محمدی سے فارغ ہو کر نکلے تھے۔ ان کا قوی ایمان، ان کا عمیق علم، ان کا خیر پسند دل، ان کی ہر تکلف اور ریاء و نفاق سے پاک زندگی، انانیت سے ان کی دوری، ان کا خوف خدا، ان کی عفت و پاکیزگی اور انسان نوازی، ان کے احساسات کی لطافت و نزاکت، ان کی مردانگی وشجاعت، ان کا ذوق عبادت اور شوق شہادت، ان کی دن کی شہسواری اور راتوں کی عبادت گزاری، متاع دنیا اور آرائش

Marfat.com

زندگی سے بے نیازی، ان کی عدل گستری، رعایا پروری اور راتوں کی خبر گیری اور اپنی راحت پر ان کی راحت کو ترجیح، ایسی چیزیں ہیں کہ اگلی امتوں اور تاریخ میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی دعوت و رسالت کے ذریعہ ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والا، دیندار و امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادیت کے مظاہر کو نظر حقارت سے دیکھنے والا، اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی قوت سے فتح پانے والا تھا، جس کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا اس کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لیے بنایا گیا ہے، چنانچہ جب یہ فرد تجارت کے میدان میں آتا تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوتا، اور اگر اس کو فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو ایک شریف اور محنتی انسان نظر آتا، وہ جب کبھی کسی علاقہ کا حاکم ہوتا تو ایک محنتی و بہی خواہ عامل ہوتا، وہ جب مالدار ہوتا تو فیاض و غم خوار مالدار ہوتا، جب وہ مسند قضا اور عدالت کی کرسی پر بیٹھتا تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتا، وہ حاکم ہوتا تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتا، اسے سیادت و ریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق و غم خوار حاکم اور سردار ہوتا، اور جب وہ عوام کے مال کا امانت دار بنتا تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتا، انہی اینٹوں سے اسلامی معاشرت کی عمارت بنی تھی، اور اسلامی حکومت انہی بنیادوں پر قائم ہوئی تھی، یہ معاشرت و حکومت اپنی فطرت میں ان افراد کے اخلاق و نفسیات کی بڑی صورتیں اور تصویریں تھیں، اور ان افراد ہی کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح، امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، اور مادی اسباب پر حاکم نہ کہ اس کا محکوم تھا۔"(۱)

(۱) منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۱۷۹-۱۸۱ (ح)

Marfat.com

سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۹۱)

''اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں:) اے پروردگار! تونے اس مخلوق کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا، تو پاک ہے، تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔''

زمانہ قدیم میں کائناتی مظاہر ومناظر اور حوادث وتغیرات کی وحدتیں متناقض ومتضاد معلوم ہوتی تھیں، اور اس وجہ سے انسان کو حیرت واضطراب میں ڈالتی تھیں اور کبھی کفر والحاد تک پہنچادیتی تھیں (جیسا کہ یونان اور مشرق اسلامی کے یونانی مکاتب فکر کا حال تھا، اور جیسا کہ آج مغرب کا حال ہے) اور خالق ومدبر کائنات پر طعن واعتراض کی جرأت وجسارت پیدا ہوجاتی تھی، مگر ایمان وقرآن پر مبنی علم انسانی نے اس وحدت کا اعلان کیا جوان کائناتی اکائیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیتی ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ کا غالب ارادہ اور اس کی حکمت تامہ کہا جاتا ہے۔

حیات وکائنات کے فہم پر عقیدۂ توحید کا اثر

ایک بڑے مغربی مفکر ہیرالڈ ہوفڈنگ (Harold Hoffding) نے اس وحدت کی دریافت اور انسانی زندگی اور علم واخلاق کے سفر پر اس کے فعال اثر کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے:

''کسی توحیدی مذہب کی دینیات کی اساس فکر یہ ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کی ایک واحد علت ہے، ان مشکلات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو اس خیال سے لازماً پیدا ہوتی ہیں، اس کا ایک اہم اور مفید اثر انسانی طبائع پر یہ ہوتا ہے کہ ان کو (اختلافات اور تفصیلات کو نظر انداز کرکے) ایک 'قانون' کے مطابق تمام اشیائے عالم کو مربوط ومنضبط سمجھنے کی عادت ہوجاتی ہے، علت کے ایک ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ قانون بھی ایک ہو، ازمنۂ وسطیٰ کے دینی فلسفہ نے کثرت میں

Marfat.com

زندگی سے بے نیازی، ان کی عدل گستری، رعایا پروری اور راتوں کی خبر گیری اور اپنی راحت پر ان کی راحت کو ترجیح، ایسی چیزیں ہیں کہ اگلی امتوں اور تاریخ میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی دعوت و رسالت کے ذریعہ ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والا، دیندار و امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادیت کے مظاہر کو نظر حقارت سے دیکھنے والا، اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی قوت سے فتح پانے والا تھا، جس کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا اس کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لیے بنایا گیا ہے، چنانچہ جب یہ فرد تجارت کے میدان میں آتا تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوتا، اور اگر اس کو فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو ایک شریف اور محنتی انسان نظر آتا، وہ جب کبھی کسی علاقہ کا حاکم ہوتا تو ایک محنتی و بہی خواہ عامل ہوتا، وہ جب مالدار ہوتا تو فیاض و غم خوار مالدار ہوتا، جب وہ مسند قضا اور عدالت کی کرسی پر بیٹھتا تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتا، وہ حاکم ہوتا تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتا، اسے سیادت و ریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق و غم خوار حاکم اور سردار ہوتا، اور جب وہ عوام کے مال کا امانت دار بنتا تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتا، انہی اینٹوں سے اسلامی معاشرت کی عمارت بنی تھی، اور اسلامی حکومت انہی بنیادوں پر قائم ہوئی تھی، یہ معاشرت و حکومت اپنی فطرت میں ان افراد کے اخلاق و نفسیات کی بڑی صورتیں اور تصویریں تھیں، اور ان افراد ہی کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح، امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، اور مادی اسباب پر حاکم نہ کہ اس کا محکوم تھا۔" (۱)

(۱) منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۱۷۹-۱۸۱ (ح)

Marfat.com

سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۹۱)

''اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں:) اے پروردگار! تونے اس مخلوق کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا، تو پاک ہے، تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔''

زمانۂ قدیم میں کائناتی مظاہر و مناظر اور حوادث و تغیرات کی وحدتیں متناقض و متضاد معلوم ہوتی تھیں، اور اس وجہ سے انسان کو حیرت و اضطراب میں ڈالتی تھیں اور کبھی کفر و الحاد تک پہنچا دیتی تھیں (جیسا کہ یونان اور مشرق اسلامی کے یونانی مکاتب فکر کا حال تھا، اور جیسا کہ آج مغرب کا حال ہے) اور خالق و مدبر کائنات پر طعن و اعتراض کی جرأت و جسارت پیدا ہو جاتی تھی، مگر ایمان و قرآن پر مبنی علم انسانی نے اس وحدت کا اعلان کیا جو ان کائناتی اکائیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیتی ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ کا غالب ارادہ اور اس کی حکمت تامہ کہا جاتا ہے۔

حیات و کائنات کے فہم پر عقیدۂ توحید کا اثر

ایک بڑے مغربی مفکر ہیرالڈ ہوفڈنگ **(Harold Hoffding)** نے اس وحدت کی دریافت اور انسانی زندگی اور علم و اخلاق کے سفر پر اس کے فعال اثر کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے:

> ''کسی توحیدی مذہب کی دینیات کی اساس فکر یہ ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کی ایک واحد علت ہے، ان مشکلات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو اس خیال سے لازماً پیدا ہوتی ہیں، اس کا ایک اہم اور مفید اثر انسانی طبائع پر یہ ہوتا ہے کہ ان کو (اختلافات اور تفصیلات کو نظر انداز کر کے) ایک 'قانون' کے مطابق تمام اشیائے عالم کو مربوط و منضبط سمجھنے کی عادت ہو جاتی ہے، علت کے ایک ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ قانون بھی ایک ہو، ازمنۂ وسطیٰ کے دینی فلسفہ نے کثرت میں

Marfat.com

وحدت کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا جس سے غیر مہذب انسان طبعی مظاہر کی کثرت کے سبب اس سے غافل تھا، اور اس کثرت کے مشاہدہ میں اس لیے غلطاں و پیچاں رہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ان میں ربط ذاتی پیدا کرنے کا کوئی سر رشتہ نہ تھا۔''(۱)

انفس و آفاق اور اقوام و ملل کے ماضی پر غور و فکر کی دعوت اور اس کے فائدے

قرآن مجید نے علم کے مختلف وسائل و ذرائع اور تحقیق و مطالعہ کے متعدد مصادر و مآخذ بیان کیے ہیں، چنانچہ وہ انفس و آفاق اور اقوام و ملل کے ماضی پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، قرآن اسے ''اَيَّامُ اللّٰهِ'' اور ''سُنَّةُ اللّٰهِ'' سے تعبیر کرتا ہے، (جسے آج تاریخ کہا جاتا ہے) اور اس طرح بڑے قیمتی اور دور رس پُر از امکان اور انسانی مستقبل پر گہرائی سے اثر انداز ہونے والے نتائج تک پہنچاتا ہے۔

علامہ اقبالؔ عقل انسانی اور علم کے وسائل و مصادر کی اسلام کے ذریعے وسعت و نتیجہ خیزی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مشہور خطبات میں لکھتے ہیں:

''لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علم انسانی کا، قرآن پاک کے نزدیک اس کے دو سرچشمے اور ہیں: ایک عالم فطرت، دوسرا عالم تاریخ، جن سے استفادہ کرنے میں عالم اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا ہے، قرآن پاک کے نزدیک یہ شمس و قمر، یہ سایوں کا امتداد، یہ اختلاف لیل و نہار، یہ رنگ اور زبان کا فرق، اور یہ قوموں کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد و شد، حاصل کلام یہ کہ یہ سارا عالم فطرت جیسا کہ بذریعہ حواس ہمیں اس کا ادراک

(۱) تاریخ فلسفۂ جدید از ڈاکٹر ہیرالڈ ہوفڈنگ ج:۱، ص: ۵، History of Modern Philosophy (ح)

Marfat.com

﴿وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (سورة الأعراف: ٣٤)

"اور ہر ایک فرقہ کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے، جب وہ آ جاتا ہے، تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔"

آخری آیت پر نظر رکھیے تو اس کی حیثیت ایک مخصوص تاریخی تعمیم کی ہے، جس میں گویا بڑے حکیمانہ انداز میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ امم انسانی کا مطالعہ بھی ہمیں بہ طور اجسام نامیہ علمی نہج پر کرنا چاہیے، لہذا اس سے بڑی علمی غلط بیانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن پاک میں کوئی ایسا خیال موجود نہیں جو فلسفۂ تاریخ کا سرچشمہ بن سکے، حالانکہ بہ نگاہ حقیقت دیکھا جائے تو ابن خلدون کا مقدمہ سرتاسر اس روح سے معمور ہے جو قرآن مجید کی بدولت اس میں پیدا ہوئی، وہ اقوام و امم کے عادات و خصائل پر حکم لگاتا ہے، تو اس میں بھی زیادہ تر قرآن پاک ہی سے استفادہ کرتا ہے۔"(۱)

عالمی و منفرد علمی تحریک جو اسلامی تعلیمات سے پیدا ہوئی

اسلام نے علم کی جو عزت افزائی کی اور جس طرح اس کا شوق پیدا کیا، اس سے تاریخ اسلام میں بڑی سرگرمی بلکہ علمی جوش و خروش اور فنا فی العلم ہونے کا بے پناہ جذبہ و داعیہ پیدا ہو گیا، اور اس عالمی و ابدی علمی تحریک کا تاریخی سفر شروع ہوا جس کی زمانی مدت طویل ترین مدت، اور جس کی مکانی مسافت بھی طویل تر، اور جس کا معنوی رقبہ ان دونوں سے کہیں زیادہ تر ہے، نامور مغربی محقق اور فرنچ مورخ ڈاکٹر گستاوِلی بان اپنی کتاب "تمدن عرب" میں لکھتا ہے:

"عربوں نے جو مستعدی تحصیل علم میں ظاہر کی وہ فی الواقع حیرت انگیز ہے، اس خاص امر میں بہت سی اقوام ان کے برابر ہوئی ہیں لیکن بمشکل کوئی ان سے بازی لے جا سکی، جب وہ کسی شہر کو لیتے تو

(۱) تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۲۱۲-۲۱۳ (ح)

Marfat.com

وحدت کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھادیا جس سے غیر مہذب انسان طبعی مظاہر کی کثرت کے سبب اس سے غافل تھا، اور اس کثرت کے مشاہدہ میں اس لیے غلطاں و پیچاں رہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ان میں ربط ذاتی پیدا کرنے کا کوئی سر رشتہ نہ تھا۔"(۱)

انفس و آفاق اور اقوام و ملل کے ماضی پر غور و فکر کی دعوت اور اس کے فائدے

قرآن مجید نے علم کے مختلف وسائل و ذرائع اور تحقیق و مطالعہ کے متعدد مصادر و مآخذ بیان کیے ہیں، چنانچہ وہ انفس و آفاق اور اقوام و ملل کے ماضی پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، قرآن اسے "اَیَّامُ اللّٰہِ" اور "سُنَّۃُ اللّٰہِ" سے تعبیر کرتا ہے، (جسے آج تاریخ کہا جاتا ہے) اور اس طرح بڑے قیمتی اور دور رس پُر از امکان اور انسانی مستقبل پر گہرائی سے اثر انداز ہونے والے نتائج تک پہنچاتا ہے۔

علامہ اقبالؔ عقل انسانی اور علم کے وسائل و مصادر کی اسلام کے ذریعے وسعت و نتیجہ خیزی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مشہور خطبات میں لکھتے ہیں:

"لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علم انسانی کا، قرآن پاک کے نزدیک اس کے دو سرچشمے اور ہیں: ایک عالم فطرت، دوسرا عالم تاریخ، جن سے استفادہ کرنے میں عالم اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا ہے، قرآن پاک کے نزدیک یہ شمس و قمر، یہ سایوں کا امتداد، یہ اختلاف لیل و نہار، یہ رنگ اور زبان کا فرق، اور یہ قوموں کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد و شد، حاصل کلام یہ کہ یہ سارا عالم فطرت جیسا کہ بذریعہ حواس ہمیں اس کا ادراک

(۱) تاریخ فلسفۂ جدید از ڈاکٹر ہیرالڈ ہوفڈنگ ج:۱، ص: ۵، History of Modern Philosophy (ح)

Marfat.com

﴿وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (سورة الأعراف: ٣٤)

''اور ہر ایک فرقہ کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے، جب وہ آ جاتا ہے، تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔''

آخری آیت پر نظر رکھیے تو اس کی حیثیت ایک مخصوص تاریخی تعمیم کی ہے، جس میں گویا بڑے حکیمانہ انداز میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ امم انسانی کا مطالعہ بھی ہمیں بہ طور اجسام نامیہ علمی نہج پر کرنا چاہیے، لہذا اس سے بڑی علمی غلط بیانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن پاک میں کوئی ایسا خیال موجود نہیں جو فلسفۂ تاریخ کا سرچشمہ بن سکے، حالانکہ بہ نگاہ حقیقت دیکھا جائے تو ابن خلدون کا مقدمہ سرتاسر اس روح سے معمور ہے جو قرآن مجید کی بدولت اس میں پیدا ہوئی، وہ اقوام و امم کے عادات و خصائل پر حکم لگاتا ہے، تو اس میں بھی زیادہ تر قرآن پاک ہی سے استفادہ کرتا ہے۔''(۱)

عالمی و منفرد علمی تحریک جو اسلامی تعلیمات سے پیدا ہوئی

اسلام نے علم کی جو عزت افزائی کی اور جس طرح اس کا شوق پیدا کیا، اس سے تاریخ اسلام میں بڑی سرگرمی بلکہ علمی جوش و خروش اور فنا فی العلم ہونے کا بے پناہ جذبہ و داعیہ پیدا ہو گیا، اور اس عالمی و ابدی علمی تحریک کا تاریخی سفر شروع ہوا جس کی زمانی مدت طویل ترین مدت، اور جس کی مکانی مسافت بھی طویل تر، اور جس کا معنوی رقبہ ان دونوں سے کہیں زیادہ تر ہے، نامور مغربی محقق اور فرنچ مؤرخ ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں لکھتا ہے:

''عربوں نے جو مستعدی تحصیل علم میں ظاہر کی وہ فی الواقع حیرت انگیز ہے، اس خاص امر میں بہت سی اقوام ان کے برابر ہوئی ہیں لیکن بمشکل کوئی ان سے بازی لے جا سکی، جب وہ کسی شہر کو لیتے تو

(۱) تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص ۲۱۲-۲۱۳ (ح)

Marfat.com

ان کا پہلا کام وہاں مسجد و مدرسہ بنانا ہوا کرتا، بڑے شہروں میں ان کے مدارس ہمیشہ بکثرت ہوتے تھے، بنجمن ولی تو ویل- جو ۱۱۷۳ء میں مرا ہے- بیان کرتا ہے کہ اس نے اسکندریہ میں بیس مدرسے دیکھے۔

علاوہ عام مدارس تعلیمی کے، بغداد، قاہرہ، طلیطلہ، قرطبہ وغیرہ بڑے شہروں میں دارلعلوم تھے، جن میں علمی تحقیقات کے کارخانے، رصد خانے، عظیم الشان کتب خانے، غرض کل مصالح علمی تحقیقات کا موجود تھا، صرف اندلس میں ستّر عام کتب خانے تھے۔

مؤرخین عرب کے اقوال کے بموجب الحاکم ثانی کے کتب خانے میں -جو قرطبہ میں تھا- چھ لاکھ جلدیں تھیں، جن میں سے چوالیس جلدوں میں فہرست کتب تھی، اس کے متعلق کسی نے بہت درست کہا ہے کہ چار سو برس بعد جب چارلس عاقل نے فرانس کے شاہی کتب خانے کی بنیاد ڈالی تو وہ نو سو جلدوں سے زیادہ جمع نہ کر سکے، اور ان میں سے کتب مذہبی کی ایک پوری الماری بھی نہ تھی۔"(۱)

یورپ کے علمی خطّ ارتقاء میں سب سے بڑا انحراف

مغرب کے اپنی گہری نیند سے بیدار ہونے اور قرون وسطی کے کلیسائی استبداد اور محاکم تفتیش (Courts of Inquisition) سے آزاد ہونے، اور سائنس وایجاد کی دنیا میں اپنا سفر از سر نو شروع کرنے کے بعد، اور انفرادی واجتماعی مقاصد کی تکمیل کے لیے علم و تحقیق اور کائناتی قوتوں کی تسخیر کے سفر میں جو سب سے بڑی بے راہ روی پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ اس نے تہذیب وتمدن میں انقلاب برپا کر دینے والے اس عمل کو مستقلاً اور آزادانہ طور پر جاری رکھا اور اس کو اس کی کھلی چھوٹ دے دی کہ وہ اس کائنات پر حکومت کرے اور اسے شخصی، وطنی اور قومی مقاصد کے لیے مسخر کرے، اور کائنات کے پیدا کرنے والے سے

(۱) تمدن عرب، اردو ترجمہ از سید علی بلگرامی، ص ۳۹۸-۳۹۹ (ح)

Marfat.com

بے نیاز ہو کر اس کی خلافت کے بجائے استقلال و خود مختاری کی راہ پر چلتا رہے، اس طریقۂ کار نے علم اور غیر ترقی یافتہ قوموں اور مغرب کی ماتحت دیگر اقوام پر بد نصیبی و محرومی اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیے۔

آدمؑ کو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسماء کی تعلیم اور اس کی معنی خیزی

مذکورہ رویہ کے برعکس قرآن انسانوں کو زمین میں اللہ کا خلیفہ قرار دیتا ہے، جسے اس کے اوامر کا نفاذ کرنا اور اس کی تعلیمات کے مطابق چلنا ہے، وہ محدود پیمانہ میں با اختیار خلیفہ ہے، جو اپنے رب کے احکام کا پابند، اس کے آگے جواب دہ، اپنے عمل کی جزا پانے والا، اپنے ذاتی تصرف وانانیت کے لیے حساب پر مجبور، اور افراط و تفریط، محدود قوت، فانی حکومت، حیات گذراں اور دنیائے فانی سے دھوکہ کھانے اور اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنانے پر سزا کا مستحق ہے۔

قرآن نے ایک بڑا معنی خیز اور فکر انگیز مکالمہ نقل کیا ہے، جو تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوا تھا، جس کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ...إلخ﴾ (البقرة: ۳۰) ''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔''

پھر فرمایا گیا: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (سورة البقرة: ۳۱) ''اور اللہ نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اس دنیا کا جو کچھ ضروری علم دیا گیا ہے، اور اس مادی دنیا سے اس کا جو تعلق ہے، اور حیات وکائنات سے نفع اٹھانے کی اسے جتنی طاقت وصلاحیت دی گئی ہے، وہ اسے خلافت الٰہی کے نتیجے میں ملی ہے، اور یہ سب اس کی ماتحتی نہ کہ خود مختاری کی حیثیت سے ملی ہے، اور اس منصب خلافت کے طفیل ہے جو ملائکہ کے بجائے اسے دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن میں اشارتاً کہا گیا ہے:

﴿وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ﴾ (سورة الحديد: ۷) ''اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں تمہیں اس نے خلیفہ بنایا ہے۔''

پھر فرمایا گیا:

Marfat.com

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورة يونس: ١٤) ”پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟“

قرآن مجید خلافت الٰہی کو بڑی ذمہ داری کی چیز سمجھتا ہے، جو عدل و رحمت اور سخت محاسبے کا مطالبہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی داؤد (علیہ السلام) کو جو ایک وسیع مملکت کے حکمراں تھے، اس طرح مخاطب کرتا ہے:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (سورة ص:٢٦)

”اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو، اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں خدا کے رستہ سے بھٹکا دے گی، جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب (تیار) ہے، کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔“

سب سے بڑی غفلت و جہالت جو تاریخ عالم میں ظاہر ہوئی

خلافت و خود مختاری کا فرق بتانے کے کوئی ضرورت نہیں، خلیفہ ہمیشہ اپنے مالک سے مربوط اور اس کا تابعدار، ذمہ داری میں امانت دار، اپنے ماتحتوں کا ہمدرد، اپنے مالک و آقا کا شکر گزار اور ہر فضل و کرم کو اس کی طرف منسوب کرنے والا ہوتا ہے، وہ غرور و تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا، اور نہ قوت و حکومت اُسے آپے سے باہر کرتی ہے۔

لیکن مغرب نے اس حقیقت کو بھلا دیا، جس کے نتیجہ میں نہ صرف علم و تحقیق کی تاریخ میں؛ بلکہ پوری انسانی تاریخ کی سب سے بڑی غلطی سامنے آئی، اور یہ کسی ایک فرد یا چند افراد یا کسی ایک فکر و فلسفہ کی بھول نہ تھی، بلکہ پوری علمی دنیا اور عالمی قیادتوں کی بھول تھی جس کے ہاتھ میں انسانیت کا مستقبل اور دنیا کے رجحانات تھے، اس طرح یہ بڑی بدبختانہ بھول اور بہت بھاری غفلت و جہالت تھی جو تاریخ کے اسٹیج پر ظاہر ہوئی، اور ایسی غلطی تھی جس

Marfat.com

نے غلطیوں کے بہت سے طویل دور پیدا کردیے، کسی دانشور نے صحیح کہا ہے کہ "غلطی سے زیادہ کسی اور مخلوق کی افزائش نسل میں نے نہیں دیکھی۔" دنیا ابھی تک اس خط مستقیم سے انحراف کے نتائج بھگت رہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے (آدم کو عطائے خلافت اور علم کی تعلیم کا واقعہ سنا کر) عاقل انسانوں کے لیے قائم کیا تھا۔

اسلامی علمی تحریک کی پانچ خصوصیات

اسلامی تعلیمات کے زیر اثر مسلم علماء کی محنت کی بدولت جو علمی تحریک برپا ہوئی، اس کی خصوصیات میں پانچ خصوصیات بہت نمایاں ہیں، جن کی طرف ہم یہاں صرف اشارے کریں گے۔

(۱) عالمیت و انسانیت

اس تحریک کی پہلی خصوصیت اس کی آفاقیت اور نسل انسانی سے اس کا عمومی تعلق ہے، کیونکہ علم اسلام میں جملہ اقوام وقبائل، نسلوں اور خاندانوں اور تمام ملکوں کا ایک عمومی حق اور دولت مشترکہ ہے، اور اس میں یہود کے "بنی لاوی" اور ہنود کے برہمنوں جیسا مخصوص حق کسی کو نہیں دیا گیا ہے، چنانچہ اسلام کی علمی برادری میں کسی قوم ونسل کو دوسری قوموں اور نسلوں کے مقابلے میں کوئی امتیاز نہیں دیا گیا ہے، اور اس میں نسل وخون سے زیادہ ذوق و شوق، حسن قبول وحسن طلب، قدردانی اور جہد واجتہاد میں تفوق کو ترجیح دی گئی ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کی ہے کہ:

"لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ أُنَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ" (۱): "اگر علم ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو اسے اہل فارس میں سے کچھ لوگ حاصل کر لیتے۔"

اس کی تاریخی شہادت نابغۂ عرب علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے اپنے مشہور مقدمہ میں یہ کہہ کردی ہے کہ:

مِنَ الغريبِ الواقعِ أنَّ حَمَلة العلم في المِلّةِ الإسلاميةِ أكثرهم العجم، و ليس في العرب حملة علم، لا فِي العلومِ

---

(۱) رواه أحمد بن حنبل في مسنده عن أبي هريرة، حديث رقم ۷۹۳۷

Marfat.com

الشرعيةِ ولا فِي العلوم العقلية، إلا في القليلِ النادِرِ،....... مَعَ أنّ الملّةَ عربيةٌ وصاحب شريعتِها عربيٌ. (۱)

"یہ عجیب واقعہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے اکثر اہل علم عجمی ہیں، علوم شرعیہ میں بھی اور علوم عقلیہ میں بھی، سوا معدودے چند کے سب عجمی ہیں، حالانکہ یہ ملت عربی ہے، اور صاحب شریعت بھی عرب ہیں۔"

(۲) عوامیت وعمومیت

اسلام کی علمی تحریک کی دوسری خصوصیت اس کی عوامیت وعمومیت ہے، اس لیے کہ وہ عوامی کوششوں اور مسلمانوں کی علمی قدر دانی اور اس کی ضرورت کے احساس اور کتاب و سنت میں اس کے فضائل اور اس پر اجر وثواب کے وعدے، اور جہالت کی مذمت اور وعید پر یقین کے نتیجے میں برپا ہوئی، اور مسلمانوں نے ہر زمانے میں تحصیل علم میں ایک خاص سرگرمی اور ذوق وشوق دکھایا، اور عالم اسلام میں مسلمانوں کی قدر دانی اور مالی تعاون کے ذریعے لاتعداد مدارس اور تعلیمی حلقے قائم ہوئے، جبکہ سرکاری طور پر صرف چند مدارس (نظامیۂ بغداد و نیشاپور کی طرح) مسلم دارالحکومت اور بڑے شہروں میں قائم ہوئے، مگر اس کے برعکس علماء کی رضا کارانہ محنت اور زاہد وقناعت پسند اساتذہ کی بدولت علم گھر گھر پھیل گیا، جنھوں نے حکومت کے مناصب و وظائف اور امراء و اغنیاء کی سرپرستی سے بے نیاز ہو کر بقدر کفایت معاوضہ اور قوت مالا یموت پر قناعت کی، تاریخ نے اس سلسلے کی ایسی حیرت انگیز حکایات نقل کی ہیں کہ اگر راوی ثقہ اور روایات مشہور نہ ہوتیں اور علمائے راسخین کے ایمان واحتساب کی قوت اور ایثار وقربانی کے جذبات کا یقین نہ ہوتا تو ان پر یقین نہ آتا۔ (۲)

یہاں مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا کافی ہوگا جس کا تعلق امام دارالہجرت

(۱) مقدمة ابن خلدون، المطبعة البهية، ص ۴۰۱، اس دعوی کی تفصیل اور مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی کتاب: "تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات" (ح)

(۲) اس بارے میں مختلف ممالک میں علماء کے تراجم اور اسلامی ثقافت کی تاریخیں خصوصاً شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی کتاب "صفحات من صبر العلماء" اور "نزهة الخواطر" (۱-۸) از مولانا سید عبدالحی حسنیؒ، اور نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی کتاب "علمائے سلف"، مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب "ہمارا قدیم نظام تعلیم وتربیت" کا مطالعہ مفید ہوگا۔ (ح)

Marfat.com

مالک بن انسؒ اور عباسی خلیفہ ہارون رشید سے ہے (جو خلیفۃ المسلمین اور اپنے وقت کا سب سے بڑا حکمراں تھا) امام مالکؒ کو ہارون رشید نے ان سے موطا پڑھنے کے لیے طلب کیا تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ: "إِنَّ الْعِلْمَ يُؤْتَى وَلَا يَأْتِي" (علم کے پاس جایا جاتا ہے، وہ کسی کے پاس نہیں آتا) یہ سن کر ہارون رشید امام مالکؒ کے ہمراہ ان سے موطا سننے کے لیے ان کے گھر گئے، جہاں انھوں نے ان کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا، پڑھتے وقت ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اور لوگ باہر چلے جائیں تاکہ میں تنہا آپ سے پڑھوں، اس پر امام مالکؒ نے فرمایا: "جب خواص کو علم دیا جاتا اور عوام کو اس سے محروم کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خواص کو بھی نفع نہیں دیتے۔" اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

> "اے امیر المؤمنین! ہم نے اپنے شہر کے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ تواضع پسند کرتے ہیں۔"

یہ سن کر ہارون رشید مسند سے نیچے اتر آیا اور ان کے سامنے بیٹھ کر موطا کی سماعت کی۔ (۱)

مسلمانوں کی علمی تحریک ایک عوامی تحریک تھی جس سے ہر طبقے اور ہر سطح کے لوگ مستفید ہوتے تھے، تعلیم معاشرے کی عام دلچسپی کی چیز اور ایک ایسا شوق بن گئی جس سے اہل حرفہ اور پیشہ ور عوام بھی دلچسپی لیتے تھے، اسٹینلی لین پول "تاریخ عالم" میں لکھتا ہے:

> "خلیفہ سے لے کر کاریگر تک ہر مسلمان گویا حصول علم کے شوق اور سیاحت کا دیوانہ ہو گیا تھا، یہ سب سے بڑی خدمت تھی جو اسلام نے عمومی تہذیب کے لیے انجام دی، ہر خطہ سے بغداد جیسے مرکز علم کی جانب علم کے طالبین امنڈ پڑے، اور پھر یہی حال علم و ادب کے دوسرے مراکز کا ہو گیا، یہ حالت اس حالت سے مشابہ تھی جو بعد میں یونیورسٹیوں کی جانب مغربی اہل علم کے سیلاب میں نظر آتی ہے، لیکن وہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھی، مسجدیں جو اسلام کی جامعات تھیں (اور اب بھی ہیں) ان طلبہ کے ہجوم سے بھر گئیں جو علوم دینیہ، فقہ، فلسفہ، طب اور ریاضیات پر علماء کے درس سننے کے لیے آیا کرتے تھے، درس دینے والے علماء عربی بولنے والے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی مرضی سے درس دیا کرتے تھے، نہ انھیں سند کی ضرورت تھی، نہ

(۱) شذرات الذہب ۱/۲۹۱ (ح)

Marfat.com

مشاہرہ کی، نہ ان کے اوپر کوئی نگرانی تھی، اگر وہ لائق وقابل ہوتے توان کے درس میں شرکت کرنے والوں کا یقینی طور پر بڑا مجمع ہوجاتا تھا، ان کی قدرومنزلت ان کی قابلیت کی بنا پر کی جاتی، اوران کا کام رضا کارانہ طور پر قلیل معاوضے کے ساتھ چلتا تھا۔"(۱)

اس نظام تعلیم کی طاقتور روح اور کارفرما جذبہ تعلیم وتدریس سے رضائے الٰہی کی طلب اوراس کوعبادت سمجھنے کاعقیدہ تھا، یہ روح اسلام اور مسلمانوں کی طویل علمی وتعلیمی تاریخ اوراس کے زیراثر وسیع رقبے میں عرصہ تک کارفرما رہی، اوراس کے محیرالعقول نمونے وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہے، یہاں دوراخیر (تیرھویں صدی ہجری-انیسویں صدی عیسوی) کا -جب مغربی تہذیب اورنظام تعلیم اثرانداز ہوچکے تھے-ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے، جس سے ایمان واحتساب کی اس دینی کیفیت کا اندازہ ہوسکتا ہے جوعلمائے اسلام میں کارفرما تھی:

"مولانا عبدالرحیم صاحب (م ۱۲۳۴ھ) رام پور میں درس دیتے تھے، روہیل کھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنس نے ان کو بریلی کالج کی تدریس کے لیے ڈھائی سوروپے مشاہرہ کی- جو ۵۷ء سے پہلے وہ حیثیت رکھتا تھا جواس وقت ہزار بارہ سو کی بھی نہیں- پیش کش کی، اور وعدہ کیا کہ تھوڑی مدت میں اس مشاہرہ میں اضافہ اورترقی ہوجائے گی، انھوں نے عذر کیا کہ ریاست سے ان کودس روپے ماہوار ملتے ہیں وہ بند جائیں گے، ہاکنس نے کہا کہ میں تواس وظیفہ سے پچیس گنا پیش کرتا ہوں، اس کے مقابلہ میں اس حقیر رقم کی کیا حیثیت ہے؟ انھوں نے عذر کیا کہ میرے گھر میں بیری کا ایک درخت ہے، اس کی بیری بہت میٹھی اور مجھے مرغوب ہے، بریلی میں وہ بیری کھانے کونہیں ملے گی، ظاہر ہیں انگریز اب بھی ان کے دل کی بات کونہیں پاسکا، اس نے کہا کہ رام پور سے بیری کے آنے کا انتظام ہوسکتا ہے، آپ بریلی میں گھر بیٹھے اپنے درخت کی بیری کھاسکتے ہیں، مولانا نے فرمایا کہ ایک بات یہ بھی ہے کہ میرے طالب علم جورام پور میں درس لیتے ہیں ان کا درس بند ہوجائے گا

(۱) Universal History of The World, ed. J.A. Hammerton, London, Vol. IV P. 2532-33 (ج)

Marfat.com

اور میں ان کی خدمت سے محروم ہو جاؤں گا، انگریز کی منطق نے اب بھی ہار نہیں مانی، اس نے کہا کہ میں ان کے وظائف مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ بریلی میں آپ سے اپنی تعلیم جاری رکھیں اور اپنی تکمیل کریں، آخر اس مسلمان عالم نے اپنی کمان کا آخری تیر چھوڑا جس کا انگریز کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مولانا نے فرمایا کہ یہ سب صحیح ہے، لیکن تعلیم پر اجرت لینے کے متعلق میں قیامت میں اللہ کو کیا جواب دوں گا؟"(۱)

(۳) حرکیت

تاریخ اسلام اور عالم اسلام کی علمی تحریک کی ایک خصوصیت وہ حرکیت تھی جو حصول علم، مطالعہ و تحقیق میں وسعت و اختصاص، حدیث صحیح، سند عالی، لسانی ولغوی جستجو و تحقیق اور پھر مختلف ملکوں میں احکام شرعیہ اور علوم دینیہ کی اشاعت کی راہ میں محنت و مشقت اور قطع مسافت کی شکل میں ظاہر ہوئی، تاریخ و تراجم کی کتابیں اس کی دلکش مثالوں اور حیرت انگیز نمونوں سے پُر ہیں، خصوصاً محدثین کے حالات اور حدیث کی جمع و تدوین کے سلسلے میں لکھی جانے والی کتابیں،(۲) اس سلسلہ میں مشہور فلسفی مؤرخ ابن خلدون کے شہرۂ آفاق مقدمہ کا یہ اقتباس اس کی اہمیت اور علمائے اسلام کے طرز فکر کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، ابن خلدون "علم کی خاطر ترک وطن اور مشائخ زمانہ سے ملاقات تعلیم پر چار چاند لگاتی ہے" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے:

> "اس کا سبب یہ ہے کہ انسان علوم و اخلاق یا مذاہب و فضائل بھی تعلیم و تعلم کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اور کبھی صحبت و دُوبدو کلام سے، لیکن جو چیز صحبت و تلقین سے حاصل ہوتی ہے وہ طبیعت میں پختہ طریقہ سے بیٹھتی ہے، اور دل میں زیادہ گھر کرتی ہے، اب جس قدر اساتذہ کی تعداد بڑھتی ہے، اسی قدر ملکات کا حصول بیشتر و راسخ ہوتا

(۱) ماخوذ از نزهة الخواطر ج ۷ ص ۳۲۴ (ح)

(۲) ملاحظہ ہو علامہ ذہبی کی "تذکرة الحفاظ"، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی "السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي"، "رجال الفكر و الدعوة" حصہ اول میں عنوان "قرن اول و ثانی میں جمع و تدوین حدیث" اور "محدثین اور ان کی عالی ہمتی" (ص ۷۹-۸۷) (ح)

Marfat.com

ہے، پھر تعلیمی اصطلاحات گوناگوں و مختلف ہیں، حتی کہ متعلم کو دھوکا لگتا ہے کہ یہ اصطلاحات علم کا جزو ہیں، اور جب وہ متعدد مشائخ سے ملاقات حاصل کرتا ہے اور ان کے رنگ برنگ طرق واسالیب تعلیم سے واقف ہوتا ہے، تو اس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اب وہ اصطلاحات میں تمیز کرنے لگتا ہے، اور ان کو علم سے جدا جاننے لگتا ہے، وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ اصطلاحات محض تعلیم کے طرق و وسائل ہیں جو اساتذۂ روزگار نے اختیار کر لیے ہیں اور ان کو تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے، بس اس سے زائد اس کی کوئی حقیقت نہیں، غرض ان باتوں کے جاننے اور اصطلاحات میں فرق کرنے سے متعلم کے ملکات مصفی اور مستحکم ہو جاتے ہیں اور علم و ہدایت کے راستے اس پر کھل جاتے ہیں، لہذا انھیں فوائد و مصالح مذکورہ کے پیش نظر طلب علم میں مشائخ عظام کی خدمت میں حاضری و موجودگی لازمی ہے، اور اس راہ میں سفر اختیار کرنا لابدی۔"(۱)

(۴) عزیمت وجواں مردی

علمائے اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے، اسلامی حکومتوں اور معاشروں کے انحراف اور تخریبی سازشوں کے مقابلے پر سینہ سپر رہنے، وقت پڑنے پر جہاد و قتال، آزادیٔ وطن اور بیرونی طاقتوں اور اسلام دشمن حکومتوں سے

(۱) ترجمہ مقدمہ ابن خلدون از مولانا سعد حسن خاں یوسفی ص ۵۶۵ (طبع کراچی)

"اکتوبر ۱۹۸۵ء میں دنیا کے دو اہم علمی اداروں کی کونسل تحقیقات علوم اجتماعی (Social Science Research Council) اور علمی انجمنوں کی امریکی کونسل (American Council Of Learned Societies) نے مسلم معاشرے کے تقابلی مطالعہ کے لیے ایک جوائنٹ کمیٹی تشکیل کی، جس نے اپنی تحقیقات کے لیے "اسلامی معاشرہ میں سفر کی اہمیت اور اس کے اثرات" کو موضوع بحث کے طور پر اختیار کیا، اس کمیٹی کا بیان سوشل سائنس ریسرچ کونسل (Social-Science Research Council) کے شمارہ نمبر (۴۰) مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، جس میں اس نے مسلمانوں کے حصول علم کے لیے سفر سے غیر معمولی شغف اور اس کے فوائد و اثرات کی اہمیت کا اظہار کیا ہے، جو ان علمی سفروں اور نقل و حرکت سے طالبین علم اور ماہرین فن کو ہر دور میں حاصل ہوتے رہے ہیں۔" (ح)

Marfat.com

مقابلے کی قیادت کی شکل میں اپنی عالی ہمتی اور جواں مردی کے لیے ممتاز رہے ہیں، چنانچہ جہاد واجتہاد اور عصر اول سے آج تک کی تجدیدی واصلاحی تحریکات کی تاریخ کا محقق اس کے طویل عرصے میں (جو تقریباً مسلسل ہے) اس کے ہر صفحے پر قیادت ومرکزیت کے مقام پر کسی نہ کسی عالم دین کو دیکھتا ہے جو اس انقلابی فکر وتہذیب کا منبع ومصدر اور ابتدا وانتہا ہے۔ (۱)

تیرھویں چودھویں صدی ہجری اور انیسویں بیسویں صدی عیسوی میں رباط و مراکش سے لے کر ہندوستان تک جتنے ملکوں میں بیرونی قبضہ واقتدار کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا گیا، اور آزادی اور استخلاص وطن کی جنگ لڑی گئی اس کی قیادت یا تو تمام تر علمائے دین کے ہاتھوں میں رہی یا وہ قیادت کی صفوں میں نمایاں وممتاز اور مؤثر وکارفرما رہے، اس تاریخی حقیقت کے جائزے اور اس کی نمایاں شخصیتوں کو پیش کرنے کے لیے ایک مستقل ضخیم کتاب درکار ہے جو ایک وسیع النظر، انصاف پسند اور جفاکش مؤرخ ومصنف کی منتظر ہے، اس سلسلے میں الجزائر اور برصغیر ہند میں خاص مماثلت ہے کہ دونوں جگہ مسلمانوں میں آزادی کی تحریک کی جدوجہد وقیادت خالصتاً نامور اور مسلم الثبوت علماء نے کی۔ (۲)

(۵) علم نافع پر خصوصی توجہ اور زور

اسلام کی علمی تحریک کی پانچویں خصوصیت اس کا علم نافع پر زور دینا ہے، جو ہدایت کا حامل، نجات کا ضامن، آخرت میں مفید ہو، اور وہ ایسا علم ہے جس پر انسان کی سعادت و نجات موقوف ہے، اس کے ذریعہ سے وہ اپنے اور اس کائنات کے خالق ومالک اور اس دنیا کے چلانے والے کی ذات وصفات عالیہ کی معرفت صحیحہ حاصل کرتا ہے، اور اپنے اور اس کے درمیان ربط وتعلق کو سمجھتا ہے، اور اس کی رضامندی وناراضگی اور آخرت میں اپنی سعادت و

---

(۱) اس سلسلے میں مختصراً مصنف کی کتاب ''تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک'' کی نویں فصل بعنوان ''اہل تصوف اور دینی جدوجہد'' میں کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، اور ان چند نمایاں شخصیتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو بیک وقت عالم دین اور روحانی پیشوا تھے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۱۰ تا ۱۲۵۔ (ح)

(۲) اس سلسلے میں الجزائر میں شیخ عبدالحمید بن بادیس، شیخ محمد بشیر الابراہیمی، اور ہندوستان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی کا نام اختصاراً لیا جاسکتا ہے۔ (ح)

Marfat.com

شقاوت کے اسباب کو جانتا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں اور گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے جو نجات و سعادت کے ضامن اور معرفت صحیحہ کے حامل علم سے محروم ہیں، اور ان کا سرمایۂ حیات وہ علم ہے جو اس راہ میں قطعاً مفید نہیں، بلکہ اکثر اوقات رہزن ثابت ہوتا ہے:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾ (الروم:٧)

''یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔''

اور فرماتے ہیں:

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الآخِرَةِ، بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا، بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ﴾ (سورة النمل:٦٦) ''بلکہ آخرت (کے بارے میں) ان کا علم منتہی ہو چکا ہے، بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً، الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً، أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلاَ نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْناً﴾ (سورة الكهف:١٠٣-١٠٥)

''کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں، وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں، وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کر دیا، تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے، اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

حدیث شریف میں دعا مانگی گئی ہے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَايَخْشَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَايُسْتَجَابُ لَهَا''(١)

''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جس میں تیرا ڈر نہ ہو، اور ایسے نفس سے جو آسودہ ہونا نہ جانتا ہو، اور ایسی دعوت سے جو قبولیت سے سرفراز نہ ہو۔''

(١) صحیح مسلم(٦٩٠٦)

Marfat.com

جب علوم وفنون کام نہیں آتے، اور نجات دینے والا معمولی علم انسان کے کام آتا ہے

ہم یہ مقالہ ایک دلچسپ اور سبق آموز قصے پر ختم کرتے ہیں، جو علم نافع (جس کے ذریعے سلامتی ونجات حاصل ہوتی ہے) اوران علوم کے درمیان فرق ظاہر کرتا ہے جن کے جاننے پر (ان کے منافع اور مصالح کے باوجود) نجات وسلامتی موقوف نہیں، علماء وادباء نے اکثر قصوں سے حکمت وموعظت کا کام لیا ہے، یہ قصہ اس طویل علمی بحث کے سامعین و قارئین کرام کا ذہنی بوجھ کچھ ہلکا کردے گا اوران کی نشاط طبع کا باعث ہوگا:

''راوی صادق البیان کہتا ہے کہ ایک بار چند طلبہ تفریح کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوئے، طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا، ہوا نشاط انگیز وکیف آور تھی، اور کام کچھ نہ تھا، یہ نو عمر طلبہ خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے، غیر تعلیم یافتہ ملاح ان کی دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرے بازی، مذاق وتفریح طبع کے لیے نہایت موزوں تھا۔

چنانچہ ایک تیز وطرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: ''چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟'' ملاح نے جواب دیا: میاں! میں کچھ پڑھا لکھا نہیں۔

صاحبزادے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی؟

ملاح نے کہا: میں نے اس کا نام بھی نہیں سنا۔

دوسرے صاحبزادے بولے: اقلیدس اور الجبرا تو آپ نے پڑھی ہوگی؟

ملاح نے کہا: حضور! یہ نام میرے لیے بالکل نئے ہیں۔

اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا: مگر آپ نے جغرافیہ اور تاریخ تو پڑھی ہی ہوگی؟

ملاح نے جواب دیا: سرکار! یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟

ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کرسکے اور انھوں نے قہقہہ لگایا، پھر انھوں نے پوچھا: چچا میاں! تمھاری عمر کیا ہوگی؟

Marfat.com

ملاح نے بتایا: یہی کوئی تیس سال!

لڑکوں نے کہا: آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی، اور کچھ پڑھا لکھا نہیں۔

ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا، اور چپ سادھ لی۔

قدرت کا تماشا دیکھیے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آ گیا، موجیں منھ پھیلائے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی، دریا کے سفر کا لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہو گئے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی، اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا: ''بھیا! تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں؟

لڑکے اس بھولے بھالے جاہل ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے، اور کالج یا مدرسے میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنانی شروع کر دی، اور جب بھاری بھرکم اور مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا: ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا، لیکن کیا پیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے؟

لڑکوں میں کوئی بھی پیرنا نہیں جانتا تھا، انھوں نے بہت افسوس کے ساتھ یہی جواب دیا:

''چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا، ہم اسے نہیں سیکھ سکے۔''

لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا: میاں! میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے پوری عمر ڈبوئی، اس لیے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کچھ کام نہ آئے گا، آج پیراکی ہی تمھاری جان بچا سکتی ہے، اور وہ تم جانتے ہی نہیں۔''(۱)

(۱) یہ مضمون علاحدہ رسالہ کی شکل میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا۔

Marfat.com

ایک اہم مکتوب (۱)

صاحب المعالی شیخ حسن عبداللہ بن حسن، وزیر المعارف، قواہ اللّٰہ و أیّدہ بروح منہٗ.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یقین ہے کہ آپ صحیح سلامت اپنے مستقر پر واپس آ چکے ہوں گے، (۲) بخیر واپسی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، ان بلاد مقدسہ کے حالات سے میرا تعلق خاطر اور ان رجحانات کے سلسلے میں اضطراب جن سے اس ملک کا دینی وفکری اور اعتقادی مستقبل وابستہ ہے، باعث تعجب نہیں اور نہ کسی شرح کا محتاج ہے، کیونکہ یہ ملک عالم اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے، اور یہاں کے مستقبل کے واقعات ورجحانات سے تمام اسلامی ممالک کا گہرا تعلق ہے، اس مملکت کا ہر قسم کی فکری کشمکش، نفسیاتی اضطراب، دعوت اسلامی کی ابدیت اور اس کی قائدانہ صلاحیت پر عدم اعتماد، اور اخلاقی انارکی سے بچا رہنا اہم ترین مقاصد میں سے ہے، اور یہ بات اس ملک کے ہر بہی خواہ کی توجہ تعلیم کی طرف لے جاتی ہے، کیونکہ تعلیم ہی کسی ملک کو نئے سانچے میں ڈھالتی اور وہی معاشرے کو آخری شکل دیتی ہے۔

مسلمانوں کے لیے فکر مند رہنے والے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر میری کوئی ایک ہی دعا قبول ہونے والی ہوتی تو وہ ملک کے صاحب امر ونہی کے لیے کرتا، کیونکہ مسلمانوں کی خیر وصلاح اس کے خیر وصلاح پر موقوف ہے، اور میں کہتا ہوں کہ میری اگر کوئی دعا قبول ہونے والی ہوتی تو وہ میں وزیر تعلیم کے لیے کرتا اور اللہ سے ان

(۱) حکومت سعودیہ عربیہ کے وزیر تعلیم اور وہاں کے مشہور خانوادۂ اصلاح ودعوت "آل الشیخ محمد بن عبد الوہاب" کے چشم وچراغ صاحب المعالی شیخ حسن عبداللہ بن حسن کے نام حضرت مولانا کا ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں لکھا گیا ایک خط۔ (۲) وزیر موصوف اس وقت یورپ کے سفر سے لوٹے تھے۔ (ح)

Marfat.com

کے لیے توفیق واستقامت اور نصرت کی دعا مانگتا، اور اگر میری زندگی کا آخری لمحہ ہوتا تو میں اسے اس وزارت کی خدمت وتعاون میں لگا دیتا۔

میرا عقیدہ ہے کہ اگر کسی ملک کو برباد کرنے کے پیچھے ہزاروں طاقتیں، ادارے اور ذہانتیں لگ جائیں، مگر اس کی وزارت تعلیم صحت منداقدار کی حامل اور اپنے فرض سے آگاہ ہو، اور اسے اپنے مخلص وذہین کارکنوں کا تعاون حاصل ہو تو وہ تخریبی قوتیں اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں، اور اگر اس کے برعکس ہزاروں افراد، ادارے اور صلاحیتیں کسی ملک کی تعمیر میں لگ جائیں مگر اس کی وزارت تعلیم ناکارہ اور نکمی ہو تو وہ کچھ نہیں کرسکتیں۔

عالم اسلام کو آج صرف ایک ہی حقیقی معرکہ درپیش ہے، اور وہ ہے اسلامیت و مغربیت کا (اپنے وسیع ترین معنوں میں) معرکہ، اور اس عالمی کشمکش سے کم وبیش یہ ملک بھی متاثر ہوا ہے، اور صورت حال کی نزاکت اس کے عبوری مرحلہ میں ہونے سے اور بڑھ جاتی ہے، جب کہ وہ ناخواندگی سے (جو اس باصلاحیت قوم پر سابق حکومتوں کی بے توجہی کے سبب محیط تھی) عام اور وسیع تعلیم وثقافت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور جس پر بے مثال سخاوت اور دریادلی سے خرچ کیا جارہا ہے، اسی کے ساتھ وہ اس سادہ ومحدود زندگی سے جو قرون وسطی کی زندگی سے مشابہ تھی، اس تغیر پذیر زندگی کی طرف جس کی انتہا نامعلوم ہے، اور جمود وتعطل سے تلاش وتحقیق کی جانب رواں دواں ہے، ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ قوموں اور ملکوں کی تاریخ کا نازک ترین مرحلہ ہوتا ہے، جو بڑے باریک اور حکیمانہ لائحۂ عمل، وسیع وعمیق تنقیدی نظر، مؤمن ومخلص معاونین، اور پختہ کار منصوبہ سازوں کے تعاون کا طالب ہوتا ہے، اور اس سلسلہ میں معمولی لغزش وکوتاہ نظری، ناقص منصوبہ بندی یا معلمین کے انتخاب یا بیرونی اساتذہ کے تقرر میں ذراسی بے احتیاطی اس ملک کو ایسے گڑھے میں گرا سکتی ہے جس کی کوئی تھاہ نہیں اور اس منزل تک پہنچا سکتی ہے جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔

جناب کا وزارت تعلیم کی مرکزی جگہ پر ہونا اس ملک کو ان خطروں سے بچانے کی ضمانت تھی جو اس کے لیے ایک چیلنج ہیں، کیونکہ آپ اس جزیرہ میں ابھرنے والی عظیم تحریک دعوت واصلاح کی شاخ پُرثمر سے تعلق رکھتے ہیں، اور ہر شریف انسان اپنے پیشرؤوں کی

Marfat.com

کہ جس ملک میں بھی مادی یا سیکولر تعلیمی نظام رائج ہو جائے، تو وہ اپنے عالمی روحانی پیغام اور اپنے مقدسات وشعائر کی حفاظت نہیں کرسکتا، اس لیے ہمیں آپ کی ذات اور اس ملک کے تشخص کے لیے آپ کی غیرت وحمیت سے بڑی امیدیں ہیں، جس تشخص کے سبب اس ملک کو عالم اسلام اور تاریخ اسلام میں مرکزیت حاصل رہی، اور جس سے اس کو الگ رکھنے مطلب اس کی قیمت واہمیت کو ختم کرنا اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ظلم کرنا ہے، میں بلا مقدسہ سے اپنی دوری اور بھاری ذمہ داریوں کے باوجود آپ کو اس بڑے کام میں تعاون کا یقین دلاتا ہوں جسے آپ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور جس کی اللہ آپ کو توفیق دی ہے اور آپ کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے ہاتھ مضبوط کرے اور آپ کی زندگی میں برکت دے۔

آخیر میں ایک بار پھر دلی احترام واخلاص کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ (۱)

(۱) ''حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب: امیدوں اور اندیشوں کے درمیان'' ازمولانا سید ابوالحسن علی ندوی، شائع کردہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۷۹ء، (ص ۵۹ تا ۶۳)۔

Marfat.com

مجموعہ مضامین وتقاریر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام اور علم

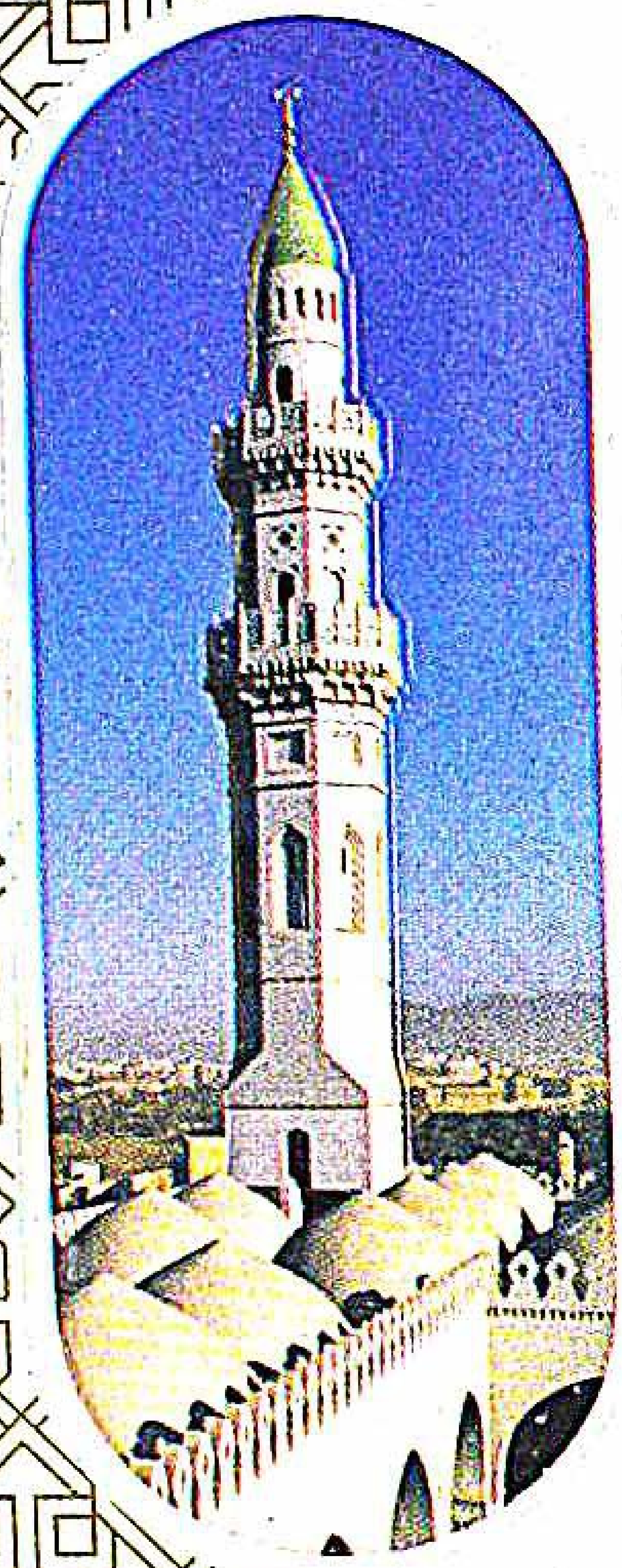

ترتیب وتدوین
مولانا عبدالہادی اعظمی ندوی

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 32631861

297.64
ا 135 ع
141571

Marfat.com